امام ابو حنیفہؒ
کی محدثانہ حیثیت
باہتمام و نگرانی
مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی
تحقیق و تخریج
مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی

بسلسلہ جدید فقہی تحقیقات

باہتمام ونگرانی

مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمیؒ

تحقیق وتخریج

مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی

جس میں تدوین فقہ کی اہمیت وضرورت، "امام ابوحنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام" ایک امتیازی خصوصیت، امام اعظمؒ کا علم حدیث میں مقام، امام اعظمؒ پر جرح و اعتراضات اور ان کے جوابات، امام ابوحنیفہؒ بحیثیت ایک عظیم مصنف، جیسے اہم عنوانات پر اہل علم وتحقیق کے مقالات شامل ہیں۔ جو کہ جامعہ کے مختلف مجالس میں پیش کیے گئے۔

مجلس التحقیق الفقہی جامعۃ المرکز الاسلامی بنوں

نام کتاب: امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت
ترتیب: (مولانا) سید نصیب علی شاہ الہاشمی، مولانا نعمت اللہ حقانی
مساعد: مولانا مفتی عظمت اللہ بنوی
طباعت بار اول: یکم اکتوبر ۲۰۰۶ء موافق رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ
باہتمام: شعبہ جدید فقہی تحقیقات، جامعہ المرکز الاسلامی ڈیرہ روڈ بنوں
فون: 0928-331353 فیکس: 331355
ای میل: almarkazulislami@maktoob.com
ناشر: المصباح۔16 اُردو بازار لاہور، برائے جامعہ المرکز الاسلامی بنوں
مرکزی تقسیم کنندگان: بک لینڈ۔16 اُردو بازار، لاہور۔ فون:7124656

ملنے کے پتے

۱۔ شعبہ جدید فقہی تحقیقات جامعہ المرکز الاسلامی ڈیرہ روڈ بنوں
۲۔ مکتبہ دیوبند عقب قصہ خوانی محلہ جنگی نزد الجمعیۃ اکیڈمی پشاور
۳۔ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن پوسٹ بکس نمبر ۴۸۰۰ کراچی ۵
۴۔ بیت الکتب بالمقابل مدرسہ اشرف المدارس نزد گلشن اقبال بلاک نمبر۲ کراچی
۵۔ مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
۶۔ مکتبہ صمدیہ اندرون میریان گیٹ بنوں
۷۔ Mufti Tariq Ali Shah Wakfield Central Jamia Masjid St, off Charles Wakefield W. Yarks WF 14PG ENGLAND

صحت متن، کتابت، تصحیح، طباعت اور جلد بندی میں بدرجہ اتم احتیاط کے باوجود بہ تقاضائے بشریت سہو وخامی کے امکانات موجود رہتے ہیں۔ برائے تصحیح ودرستگی، غلطی کی نشاندہی پہ ادارہ ممنون ہوگا۔ جزاک اللہ خیراً اراکین: المصباح

فہرست ابواب

باب اول

تدوین فقہ کی اہمیت وضرورت

باب دوم

امام ابو حنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتب مقام ایک امتیازی خصوصیت

باب سوم

امام صاحب کا علم حدیث میں مقام

باب چہارم

امام اعظم پر جرح و اعتراضات اور ان کے جوابات

باب پنجم

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف

اہم وضاحت

منعقدہ مختلف فقہی مجالس میں شریک مقالہ نگار حضرات کے مقالات کے مختلف حصے اور اراء کی تبویب کر کے استفادہ کیلئے کتاب کی شکل میں ترتیب دی گئی ہے تاکہ تکرار نہ ہو اور قارئین تسلسل کے ساتھ ان عنوانات سے استفادہ کر سکیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لصاحب الجلالۃ والصلوۃ علی خاتم الرسالۃ وبعد

سیدنا امام ابوحنیفہ النعمانؒ جو کہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے امام، فقہ و قانون اسلام کی باضابطہ تدوین و تشکیل کے مدون اول ہیں۔ اور در حقیقت حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے فقہی افادات کی ترتیب اور اُن کی قانونی تشکیل بھی حنفی دبستان فقہ کی مرہون منت ہیں۔ امت کے اس عظیم محسن کے خلاف محاذ آرائی، نت نئے الزامات، اعتراضات و اتہامات خصوصاً غیر مقلدیت یعنی لا مذہبیت فرقہ کے بعض مکروہ پروپیگنڈے، اسلامی آئین اور شریعت کے نفاذ و ترویج میں روڑے اٹکانے اور نظام شریعت کو ناقابل تنفیذ بنانے اور ناقص قرار دینے کے مترادف ہے۔

اِس وقت جبکہ دنیا بھر اور بالخصوص پاکستان میں فقہ اسلامی اور شریعت کے نفاذ کا مسئلہ پھر سے موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ تمام علماء امت بالخصوص سواد اعظم اہلسنت کا یہ فرض بنتا ہے۔ کہ وہ امام اعظم کی علمی زندگی، شخصی و قومی کردار، علمی، فقہی، حدیثی اور آئینی خدمات، حنفی فقہ کی جامعیت، اس کی قانونی و آئینی وسعت و ہمہ گیری، امام ابوحنیفہ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام، امام صاحب کی حدیث دانی، امام اعظم پر جرح و اعتراضات اور ان کے مسکت جوابات، امام صاحب کی تصنیفات و تالیفات اور ہر دور میں قابل نفاذ اور کامیاب نظام کے طور پر تعارف کرائیں۔ اس سلسلے میں مخالفین کے اُٹھائے گئے اعتراضات، مطاعن اور شکوک و شبہات کا مدلل اور مسکت جواب دیں اور مخالف فتنوں کے دام تزویر میں پھنسنے والوں کے لئے تحقیق و دلیل کی شمع جلائی جائے اور ہدایت و راہنمائی کا چراغ روشن کیا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ بانی مرکز مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی (ممبر قومی اسمبلی) جو کہ دینی و علمی و سماجی خدمات میں تاریخی کردار ادا کر رہے ہیں ان کے نگرانی میں جامعہ المرکز الاسلامی بنوں کا شعبہ جدید فقہی تحقیقات طویل عرصے سے

اس اہم اور حد درجہ محتاط موضوع پر بڑے حزم واحتیاط سے کام کرتے رہے۔ اس موضوع کے متعلق جامعہ المرکز الاسلامی کے زیر ادارت مختلف علمی کانفرس، سیمنار اور فقہی مجالس میں ملک و بیرون ملک کے جید اہل علم وفضل نے وقیع ضخیم مقالات بھی پڑھ کر سنائیں، اور ان حضرات کی تحقیقی مقالات اور گراں قدر معلومات جامعہ المرکز الاسلامی کے خالص علمی، تحقیقی مجلہ'' سہ ماہی المباحث الاسلامیہ'' اور ملک و بیرون ملک کے اہم علمی و دینی جرائد میں وقت بوقت شائع ہو کر علمی حلقوں سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ الحمد للہ کہ حالات کے تقاضوں، وقت کی ضرورت، ملکی سیاست، قارئین کے مسلسل خطوط اور بین الاقوامی سطح پر عام انسانوں میں اسلام کے لئے تڑپ، امن وسکون اور نجات وفلاح کے ضامن مذہب وآئین کی تلاش میں اضطراب، ہیجان اور تجسس پایا جاتا ہے۔ بالآخر شعبہ جدید فقہی تحقیقات کی تحقیقی اور تحریری کاوشیں ثمر آور ہو کر'' امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت'' کے نام سے مرتب ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہیں، جو ایک تحقیقی تصنیف اور ایک علمی و تاریخی شاہکار ہے، اور اب اسے ادارہ'' شعبہ جدید فقہی تحقیقات'' بہی خواہان ملت اور ہمدردان امت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ اسلام کی صداقت وحقانیت کی دلیل، خود امام اعظم ابوحنیفہ کی کرامت اور مخلص احباب ورفقاء کی شبانہ روز محنت اور دعاؤں کی برکت ہے کہ یہ ادارہ ایک عظیم علمی دستاویز کے لکھنے میں کامیاب ہو گیا ہے، پیش نظر کتاب، علمی و دینی حلقوں، تحقیقی ومطالعاتی اداروں، فقہ وقانون سے دلچسپی رکھنے والوں، تاریخ کے طالب علموں، علماء احناف کے کارنامے جاننے والوں، امام اعظم کی حدیثی خدمات سے واقفیت کے شائقین اور فقہ حنفیہ کی ترویج واشاعت کے مخلصین کیلئے واقعۃً ایک نادر علمی تحفہ ہے جسے بجا طور پر اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب قرار دیا جاتا ہے۔

(مولانا) نعمت اللہ حقانی
رکن شعبہ جدید فقہی تحقیقات
جامعہ المرکز الاسلامی بنوں
محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

باب اول

تدوین فقہ کی اہمیت و ضرورت

یہ باب دراصل حضرت مولانا عطاء الرحمن خانوخیل ڈیرہ اسماعیل خان کا پیش کردہ مقالہ بعنوان ''فقہ حنفی کی ترجیحات اور خصوصیات'' برائے دوسری بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اکتوبر 1998ء کا مجموعہ ہے ہم نے مقالہ ہذا کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کے وقت جگہ جگہ مفید اور مناسب اضافہ بھی قید تحریر لایا ہے اور ہر مضمون سے پہلے عنوان بھی لگائی تاکہ قارئین کو پڑھنے میں آسانی ہو۔ (ادارہ)

فقہ حنفی کی اہمیت وضرورت:

اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر شام، عراق، مصر، ایران اور دوسرے وسیع اور زرخیز ملکوں میں پہنچ گیا تھا۔ معاشرت، تجارت، انتظامِ ملکی سب بہت وسیع اور پیچیدہ شکلیں اختیار کر گئے تھے۔ اس وقت ان نئے مسائل وحالات میں اسلام کے اصول کی تطبیق کے لیے اعلیٰ ذہانت، معاملہ فہمی، باریک بینی، زندگی اور سوسائٹی سے وسیع واقفیت، انسانی نفسیات اور کمزوریوں سے باخبری، قوم کے طبقات اور زندگی کے مختلف شعبوں کی ضروریات اور ان سے پیشتر اسلام کی تاریخ وروایت اور روحِ شریعت سے گہری واقفیت، عہدِ رسالت اور زمانۂ صحابہ کے حالات سے پوری آگاہی اور اسلام کے پورے علمی ذخیرہ (قرآن، حدیث، لغت وقواعد) پر کامل عبور کی ضرورت تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل تھا اور اس امت کی اقبال مندی کہ اس کارِ عظیم کے لیے ایسے عظیم لوگ میدان میں آئے، جو اپنی ذہانت، دیانت، اخلاص اور علم میں تاریخ کے ممتاز ترین افراد ہیں۔ پھر ان میں سے چار شخصیتیں امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)، امام مالک (م ۱۷۹ھ)، امام شافعی (م ۲۰۴ھ)، امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) جو فقہ کے چار دبستانِ فکر کے امام ہیں، اور جن کی فقہ اس وقت تک عالمِ اسلام میں زندہ اور مقبول ہے، اپنے تعلق باللہ، للہیت، قانونی فہم، علمی انہماک اور جذبۂ خدمت میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔ ان حضرات نے اپنی پوری زندگی اور اپنی ساری قابلیتیں اس بلند مقصد اور اس اہم خدمت کے لیے وقف کر دی تھیں۔

انہوں نے دنیا کے کسی جاہ واعزاز اور کسی لذت وراحت سے سروکار نہیں رکھا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کو بار بار عہدۂ قضا پیش کیا گیا اور انہوں نے انکار کیا، یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ امام مالکؒ نے ایک مسئلہ کے اظہار میں کوڑے کھائے اور ان کے شانے اتر گئے۔ امام شافعیؒ نے زندگی کا بڑا حصہ عسرت میں گذارا اور اپنی صحت قربان کر دی۔ امام احمد نے تن تنہا حکومتِ وقت کے رجحان اور اس کے سرکاری مسلک کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے مسلک اور اہلِ سنت کے طریقے پر پہاڑ کی طرح جمے رہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے موضوع پر تن تنہا اتنا کام کیا اور مسائل وتحقیقات سے اتنا بڑا ذخیرہ پیدا کر دیا، جو بڑی بڑی منظم جماعتیں اور علمی ادارے بھی

آسانی سے نہیں پیدا کر سکتے۔

پھر ان کو شاگرد ایسے میسر آئے، جنہوں نے اس ذخیرہ میں اضافہ کیا، اور ان کی تنقیح و ترتیب کا کام جاری رکھا۔ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں امام ابو یوسفؒ جیسا قانونی دماغ نظر آتا ہے جس نے ہارون رشید کی وسیع ترین سلطنت کے قاضی القضاۃ کے فرائض کامیابی کے ساتھ انجام دیئے، اور اسلام کے اصول معاشیات پر ''کتاب الخراج'' جیسی علامت تصنیف کی۔ اسی طرح ان کے شاگردوں میں امام محمد جیسا فقیہ اور مؤلف اور امام زفرؒ جیسا صاحب قیاس نظر آتا ہے جنہوں نے فقہ حنفی کو چار چاند لگا دیئے۔ امام مالکؒ کو عبداللہ بن وہبؒ، عبدالرحمن بن القاسم، اشہب بن عبدالعزیزؒ، عبداللہ بن عبدالحکم، یحییٰ بن یحییٰ اللیثیؒ جیسے وفادار شاگرد اور رفیق ملے، جن کی کوششوں سے مصر اور شمالی افریقہ فقہ مالکی کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ امام شافعیؒ کو بویطی، مزنی اور ربیعؒ جیسے محنتی اور ذہین شاگرد ملے، جنہوں نے فقہ شافعی کو مرتب و منقح شکل میں پیش کر دیا۔ امام احمد کی فقہ کو ابن قدامہؒ جیسا مصنف اور محقق حاصل ہوا، جس نے المغنی جیسی عظیم الشان تصنیف کی، جو فقہ اسلامی کے وسیع ذخیرہ میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔

فقہ حنفی کی ترجیحات و امتیازی خصوصیات:

ان تمام حضرات کے فقہی مذاہب پر اگر نظر ڈالی جائے۔ تو ان میں سے ترجیح اور امتیاز فقہ حنفی کو حاصل ہے۔ جس کی بے شمار وجوہ میں سے چند ایک یہ ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ولادت [illegible]ھ میں ہوئی۔ اگرچہ سنہ ولادت میں اختلاف ہے، لیکن علامہ کوثریؒ نے قرائن و دلائل سے اسی کو ترجیح دی ہے۔ امام اعظمؒ امام مالکؒ سے کم از کم پندرہ (۱۵) سال بڑے تھے۔ اور امام اعظم تابعی تھے نیز بعض صحابہ کرام سے امام صاحبؒ کی ملاقات ثابت ہے۔ امام اعظمؒ سے امام مالکؒ کا تلمذ بھی ثابت ہے۔ نیز امام اعظمؒ کے متعلق فرماتے کہ بے شک وہ بہت بڑے فقیہ ہیں، نیز فرماتے کہ وہ اگر لکڑی کے ستون کے بارے میں دعویٰ کر بیٹھتے کہ یہ سونے کا ہے تو اسکو بھی دلائل کی قوت سے ثابت کر دیتے۔ اور امام مالکؒ امام اعظمؒ کی کتابوں کی کھوج میں رہتے تھے، اور بڑی کوشش سے حاصل کر کے مطالعہ کرتے اور مستفید

ہوتے تھے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ساٹھ ہزار مسائل امام صاحبؒ کے ان کو پہنچے۔ اور خود امام مالکؒ کا تالیفی دور امام صاحب کی وفات کے بعد شروع ہوا ہے۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے امام مالک سے چند محدثین کا حال دریافت کیا امام مالک نے ان کے حوال کا بیان فرمایا۔ پھر امام ابوحنیفہ کا، تو فرمایا (سبحان اللّٰہ لم ار مثلہ) سبحان اللہ وہ عجیب شخص تھے خدا کی قسم! میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔

(الخیرات الحسان ص ۲۹)(اضافہ از مرتب)

بڑے بڑے اولیاء کرام بھی فقہ حنفی کے پابند رہے

امام ابوحنیفہ صرف محدث اور فقیہ ہی نہ تھے، بلکہ تصوف اور تزکیہ نفس کے بھی بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ کے روحانی خلفاء میں حضرت ابراہیم بن ادہم، داؤد طائی، ابو حامد اللفاف، شقیق بلخی، معروف کرخی، ابویزید بسطامی، فضل بن عیاض، خلف بن ایوب، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن جراح، ابوبکر وراق رحمہم اللہ جیسے اولیاء کرام شامل تھے چنانچہ اس سلسلے میں علامہ علاؤ الدین حصکفی کی عربی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ کمافی الدر المختار قولہ (وقد اتبعہ علی مذھبہ کثیر من الاولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاھدۃ ورکض فی میدان المشاھدۃ کابراھیم ابن ادھم و شقیق البلخی و معروف الکرخی و ابی یزید بسطامی وفضل بن عیاض و داؤدالطائی وابی حامد اللفاف وخلف بن ایوب (در مختار علی ھامش ردالمحتار ج ۱/ ۴۰) (اضافہ از مرتب)

ترویج فقہ حنفی:

ابتداء میں حنفی مذہب کے اثر و نفوذ کا سبب حنفی قاضیوں کا تقرر تھا۔ لیکن اس سیاسی اثرات کے علاوہ چند دیگر اسباب بھی حنفی مذہب کے ہر دلعزیزی کی باعث تھے۔ مثلاً عام لوگوں کا حنفی مذہب سے مانوس ہو جانا، یا علماء حنفیہ کی وہ مسائل جمیلہ جو انہوں نے اس مذہب کو مقبول عام بنانے میں انجام دیں۔ یا وہ مناظرات و مباحث جو حنفی فقہاء اور دیگر مذہب کے علماء و فقہاء کے درمیان ہوتے رہے چنانچہ جب سیاسی قوت کمزور ہو گئی تو علماء ہی کی جدوجہد تھی جس نے مختلف بلاد و

امصار میں حنفی مذہب کو زندہ رکھا۔ اس ضمن میں علماء کی کوشش ایک نہج پر قائم نہیں رہی بلکہ رفتار زمانہ کے پیش نظر اس میں کبھی قوت رونما ہوئی اور کبھی کمزوری واقع ہوئی۔

جن بلاد وامصار میں علماء اثر ورسوخ کے حامل تھے وہاں یہ مذہب پھلا پھولا اور برگ وبار لایا، لیکن جہاں علماء کمزور تھے وہاں مذہب بھی کمزور پڑ گیا۔ اب ہم ان بلاد کا ذکر کرتے ہیں جہاں یہ مذہب زندہ رہا۔ ہم پہلے بلاد مغرب اور مشرق شہروں کا ذکر کریں گے۔

(اضافہ از مرتب)

امام اعظم کا مولد ومسکن اور علمی، فقہی، سیاسی سرگرمیوں کا مرکز کوفہ علم شہر ہے کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہ مقیم رہے۔ طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق کوفہ میں تین سو (۳۰۰) صحابہ کرام بیعت الرضوان میں شریک ہونیوالے اور ستر (۷۰) بدری صحابہ تھے۔ اور امام صاحبؒ کی درسگاہ کوفہ کے سرپرست اعلیٰ باب علم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ہیں اور صدر مدرس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ اور ان دونوں حضرات کے علوم حدیث وفقہ پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد ہے۔ سراج الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ اور ان کے اقران کے مذہب کو امام ابوحنیفہ زیادہ لازم پکڑنے والے تھے۔ اور ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاوے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے فیصلے اور قاضی شریحؒ وغیرہ کے فیصلے تھے۔

سب کا علم دو میں:

حضرت علی المرتضیٰ وحضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق علامہ ابن قیمؒ امام مسروق کا قول اعلام الموقعین میں نقل فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تو سب کا علم چھ (۶) صحابہؓ میں موجود پایا۔ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت ابی بن کعبؓ پھر ان چھ کو جانچا تو ان کا علم حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں پایا۔

حدیث اور حفاظ حدیث میں تھے۔ جیسا کہ علامہ ذہبی امام ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں کہ ان ابا حنیفة اماماً (تذکرہ ۱۶۰ ج ا بحوالہ مقام ابی حنیفہ) اس سے مراد حدیث کی امامت ہے۔ سب کے نزدیک مسلّم امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "امام ابوحنیفہ کی رائے" کو مت کہو بلکہ تفسیر حدیث کہو، یہی جو حقیقت ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مبارک وہ شخص ہے کہ امام بخاری نے اپنی رسائل میں ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کو بے علم تک کہہ دیا ہے۔ ابن مبارک کی رائے کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ پھر تو امام صاحب کو باقی ائمہ کرام کی نسبت ذخیرہ حدیث بھی زیادہ پہنچا تھا، جبکہ امام صاحب کی رائے کو حدیث کی تفسیر و تشریح کہا جائے اور شاید یہی وجہ ہے کہ ابن مبارکؒ نے امام صاحبؒ کو امام اعظمؒ کا لقب دیا تھا۔

عملی زندگی سے مطابقت:

ماہنامہ بینات مطبوعہ ماہ صفر ۱۳۹۱ھ میں تحریر ہے۔ امام صاحب کا یہ مدون شدہ قانون اس وقت کے تمام علماء اور والیان ریاست کے کام آیا، عدالتوں میں سرکاری طور پر داخل کیا گیا اور اسی کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں **قضی به الخلفاء والائمه والحكام واستقر عليه الامر** خلفاء، ائمہ اور حکام امام صاحب کے مدون کردہ فقہ کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے بالآخر اسی پر ہونے لگے۔ (موفق ج ۲ ص ۴۱)

امام ابویوسف چونکہ عباسی خلافت کے ابتدائی مراحل میں ہی محکمہ عدلیہ کے قاضی القضاۃ (Chief Justice) کے عہدے پر متمکن ہو گئے تھے، اس لئے آپ نے ملک بھر میں فقہ حنفی کے ماہرین کو قضاۃ مقرر کیا۔ اس طرح فقہ حنفی محض ایک "کتابی قانون" نہیں رہا بلکہ اسے عملی زندگی میں رائج ہونے کا موقع ملا۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۰۹)

کسی قانون کی افادیت اور برتری کی وجہ اس کی مدوّن ہونا نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی ذاتی صلاحیت وواقعیت کہ وہ انسانی زندگی کی گتھیوں کو سمجھانے کی ٹھیک صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہو، ورنہ اسے قانون نہیں بلکہ "نادرشاہی حکم" کہنا چاہئے۔

(۲) قوت نافذہ۔ یعنی اس کی افادیت منوانے کیلئے اسے قوت و اقتدار حاصل ہو، ورنہ بہتر سے بہتر اور اعلیٰ اصول پر مبنی قانون بھی اپنی اصلاحی وفلاحی صلاحیتوں کو اجاگر نہیں کرسکتا۔ غالباً کسی فلسفی شاعر نے اسی بنا پر کہا ہے

لیس یحلی الحق رأی مسدد   اذالم تؤیده بسیف مهند

ترجمہ: حق کو مطلق دلیل کی قوت سے نہیں منوایا جاسکتا جب تک کہ اس کی پشت پر قوت نافذہ موجود نہ ہو۔ چنانچہ فقہ حنفی کے نفاذ و اشاعت کی خاطر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اسباب مہیا ہوئے کہ بیشتر حکومتوں نے اسی کو عدالتی قانون کے طور پر اپنایا۔ خلافت عباسیہ کے ابتدائی دور میں ہی امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ (Chife Justice) مقرر ہوئے۔

(زرکلی الاعلام ج ۳ ص ۱۲٦)

جس کے سبب سلطنت عباسیہ کے حدود بخارا اور سمرقند سے مراکش تک اور سندھ سے آرمینیا اور روم تک پھیلے ہوئے تھے، تمام علاقوں میں فقہ حنفی کے ماہر قضاۃ مقرر ہوئے اس لئے فقہ حنفی کے معمولات کی طرف لوگوں کی رغبت فطری امر تھا۔ خلافت عباسیہ کی سیاسی گرفت ڈھیلی پڑی تو افغانستان اور ماوراء النہر کے علاقوں پر غزنوی حکومت نے بلا استثنا کے فقہی مذاہب میں سے فقہ حنفی کو عدالتوں میں جاری کیا۔ کچھ عرصہ کے لئے مصر کے فاطمی خلفاء نے بغداد اور گرد و نواح سمیت افریقہ تک غلبہ حاصل کیا اور خلافت عباسیہ کو بے دخل کرنے کے ساتھ ساتھ عدالتوں سے فقہ حنفی کو بھی نکال باہر کیا۔ مگر یہ صورت حال زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکی اور خلافت عباسیہ کے زیر اثر سلجوقی حکمرانوں نے مصر سمیت تمام خطوں میں دوبارہ عباسی خلافت اور حنفی فقہ کو زندہ کردیا۔ (ابوزہرہ ابوحنیفہ ص ۴٦٦، سیرۃ النعمان ص ۲۳۲) خلافت عباسیہ کے خاتمہ کے بعد خلافت عثمانیہ نے بھی اپنے حدود میں فقہ حنفی کو ہی رائج کیا۔ ہندوستان میں خاندان غلامان اور اس کے بعد مغل حکمرانوں نے بھی فقہ حنفی کو ہی سرکاری فقہی مذہب کے طور پر اپنایا۔ (شرائع امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین ص ۲۰۷، ابوزہرہ ابوحنیفہ ص ۴٦۲، علامہ محمد زاہد الکوثری کی مقالات الکوثری)

اسی وجہ سے ہندوستان افغانستان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں ایک دور وہ بھی آیا ہے کہ

جب لوگوں کو کسی مسئلہ کے بارے میں حدیث سنائی جاتی تو وہ کہتے "ہمیں تو ابوحنیفہ اور اس کے شاگردوں کی بات بتاؤ" (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۴۵)

کیونکہ ان لوگوں کو یقین تھا کہ ابوحنیفہؒ حدیث کی سب سے بہتر تشریح کرتے تھے۔ اور ان کا مذہب حدیث کے خلاف نہیں۔

اس طرح فقہ حنفی کی جڑیں بہت مضبوط اور عوامی زندگی میں گہری اتر گئیں اور ظالموں کی چیرہ دستیوں کے باوجود مسلم دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہ تھا جس میں فقہ حنفی کی تعلیم کے دارے موجود نہ ہوں۔ بلکہ فتنہ تاتار کے بعد تو مشرقی علاقوں میں سوائے احناف کے تعلیمی مراکز کے کسی بھی اسلامی فقہی مذہب کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب کے اسماء الرجال کا تذکرہ ایک الگ کتاب میں کیا ہے جس میں امام اعظم ابوحنیفہ کی بہت تعریف وتوصیف کی ہے لیکن ان کا تذکرہ امام مالک کے بعد رکھا ہے۔ محقق وقت ملا علی القاری نے مرقاۃ شرح المشکوٰۃ میں اس پر تنقید کرتے ہوئے مختلف وجوہ سے امام مالکؒ پر امام صاحب کی فضیلت ثابت کی ہے۔ اس ضمن میں مذہب حنفی کی شہرت کا ذکر فرماتے ہیں -

واما معرفته فمعروفة لانها عمت الحق شرقا و غربا سيما في بلاد ما وراء النهر وولاية الهند والروم فانهم لايعرفون اماما غيره ولا يعلمون مذهبا سوى مذهبه ترجمہ رہی ان کی شہرت تو اس کے کیا کہنے، کیونکہ مشرق ومغرب خاص کر ماوراء النہر کے علاقے، برصغیر ہند اور ترکی وغیرہ میں تو آپ کے سوا کسی دوسرے امام کو لوگ جانتے ہی نہیں اور آپ کے (فقہی) مذہب کے سوا کسی دوسرے مذہب کو سمجھتے ہی نہیں۔ (مرقاۃ مفاتیح ج ۱/ ص ۲۷) بشکریہ ماہنامہ بینات صفر ۱۳۹۱ھ

اس معرفت وشہرت کے دیگر اسباب میں سے ایک وہ سبب بھی تھا، اور نہایت قوی تھا، جس کا ہم نے بھی ذکر کیا ہے۔

اکثر سلاطین اسلام فقہ حنفی کے گرویدہ تھے:

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد جمیل خان اپنی کتاب (حیات امام اعظم ابوحنیفہ) میں رقمطراز ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی فقہ کو جس قدر قبولیت حاصل ہوئی کسی دوسرے امام کی فقہ کو حاصل نہیں ہوئی ترک سلاطین جس کی حکومت مشرق وسطی میں رہی۔ فقہ حنفی کی پیروکار تھے۔ اسی طرح برصغیر پر حکمرانی کرنے والے تمام سلاطین غوری، غزنی، خاندان غلامان تغلق، مغلیہ سب کے سب فقہ حنفی کے مقلد تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے فقہ میں کتاب التفرید مرتب کی۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں فتاوی تاتارخانیہ مرتب کیا گیا۔ سلطان اورنگزیب عالمگیر کی زیر سرپرستی فتاوی عالمگیری مرتب کیا گیا، جو دیار عرب میں فتاوی ہندیہ کے نام سے مشہور ہے جو سند اور دلیل مانا جاتا ہے ساتویں صدی ہجری میں شام کے حکمران الملک المعظم عیسی بن الملک العادل ایوبی متوفی ۶۲۴ھ نے علماء کا ایک بورڈ اس لئے مرتب کیا کہ امام ابوحنیفہ کا فقہی مسلک مدلل طور پر جمع کردیا جائے، چنانچہ اس بورڈ نے (التذکرۃ) نامی کتاب (دس جلدوں میں مرتب کردی جو سلطان کو زبانی یاد تھی (کشف ص ۲۷۷ جلد ا) چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں قولہ

فالدولة العباسية وان كان مذهبهم مذهب جدهم فاكثر قضاتها ومشائخ اسلا فيها حنفية يظهر ذلك لمن تصفح كتب التواريخ وكان مدة ملكهم خمسمائة سنة تقريباً واما الملوك السلجوقيون وبعدهم الخوارزميون فكلهم حنفيون وقضاة ممالكهم غالبها حنفية واما ملوك زماننا سلاطين ال عثمان ايد الله تعالى دولتهم ما كرّ الجديدان فمن تاريخ تسعمائة الى يومنا هذا لايولون القضاء وسائر مناصبهم الا الحنفية قاله بعض الفضلاء (ردالمحتار ص ۲۹ ج ا مطبوعہ بیروت) ترجمہ، عباسی دور حکومت کا مذہب اگرچہ ان کے دادا کا مذہب تھا مگر اکثر قاضی مشائخ حنفی تھے۔ ان باتوں سے تاریخی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان کی مدت حکومت تقریباً ۵۰۰ سو سال ہے ان کے بعد سلجوقی حکمران اوران کے بعد خوارزمی سب ہی حنفی تھے۔ اوران ممالک کے قاضی بھی

اکثر و بیشتر حنفی تھے (اور اس زمانہ کے حکمران یعنی آل عثمان اللہ تعالیٰ ان کی حکومت کو تائید سے سرفراز فرمائے) بھی حنفی تھے۔ اس طرح نوسو برس کا عرصہ اس حال میں گزرا کہ قاضی اور دوسرے اکثر اہل مناصب حنفی تھے جیسا کہ بعض فضلاء نے کہا ہے۔ (شامی بحوالہ حیات امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۳۰ مؤلفہ مولانا محمد اجمل خان)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم اپنے معروف علمی کاوش (فتاویٰ رحیمیہ) میں مولانا عبدالرشید نعمانی کے تحریر کا اقتباس نقل کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے آپ کشور ہند کے تمام فاتحوں اور غازیوں کی تاریخ اور ان کے حالات پر نظر ڈالئے محمود غزنوی سے لیکر اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ سید احمد شہید بریلوی تک کوئی غیر حنفی فاتح اور غازی نہیں ملے گا اس زمانہ میں عوام و خواص سب کے سب عقیدہ و عمل کے لحاظ سے حنفی مذہب کے پیرو تھے چنانچہ کشمیر کے بارے میں محمد قاسم فرشتہ لکھتے ہیں۔ رعایای آن ملک ہمہ بمعین حنفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۳۷) یعنی اس ملک کے تمام رعایا حنفی تھے اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالے سے ناقل ہے حیدر در کتاب رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند (تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۳۶) یعنی تاریخ رشیدی میں مرزا حیدر نے تحریر کیا ہے کہ کشمیر کے لوگ حنفی مذہب کے پیرو تھے، اور حضرت مجدد الف ثانی مغل سپاہ کے فرمانرواؤں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "سلطان وقت خود حنفی می گویند و از اہل سنت میدانند" یعنی بادشاہ خود اہل سنت اور حنفی ہے، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحصیل العرف فی الفقه والتصوف میں رقم فرماتے ہیں (واهل الروم و ما وراء الهند حنفيون) اہل روم اور اہل سندھ حنفی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ رسول اللہ نے حدیث لو كان الدين عند الثريا لناله رجال او رجل من هؤلاء یعنی اہل فارس وفي رواية لناله رجال من هؤلاء الخ میں بشارت دی ہے۔ فقیر گفت امام ابوحنیفہ درین حکم داخل است کہ خدائے تعالیٰ علم فقہ بر دست وے شائع ساخت و جمع از اہل اسلام را بآن فقہ مہذب گردانید خصوصا در عصر متاخرین کی

۱۳	امام شریک بن عبداللہ متوفی ۱۷۷ھ	۱۴	امام علی بن ظبیان متوفی ۱۹۲ھ
۱۵	امام عافیہ بن یزید متوفی ۱۸۰ھ	۱۶	امام ابویوسف متوفی ۱۸۲ھ
۱۷	امام محمد بن نوح متوفی ۱۸۲ھ	۱۸	امام ہشیم بن بشیر سلمی متوفی ۱۸۰ھ
۱۹	امام اسد بن عمرو متوفی ۱۸۸ھ	۲۰	امام ابوسعید یحییٰ بن زکریا متوفی ۱۸۴ھ
۲۱	امام فضیل بن عیاض متوفی ۱۸۷ھ	۲۲	امام محمد بن الحسن متوفی ۱۸۹ھ
۲۳	امام علی بن مسہر متوفی ۱۸۹ھ	۲۴	امام یوسف بن خالد متوفی ۱۸۹ھ
۲۵	عبداللہ بن ادریس متوفی ۱۹۲ھ	۲۶	امام فضل بن موسیٰ متوفی ۱۹۲ھ
۲۷	امام عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ	۲۸	امام حفص بن غیاث متوفی ۱۹۴ھ
۲۹	امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ	۳۰	امام ہشام بن یوسف متوفی ۱۹۷ھ
۳۱	امام شعیب بن اسحاق متوفی ۱۹۸ھ	۳۲	امام یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۹۸ھ
۳۳	امام ابوحفص بن عبدالرحمن متوفی ۱۹۹ھ	۳۴	امام ابومطیع بلخی متوفی ۱۹۹ھ
۳۵	امام خالد بن سلیمان متوفی ۱۹۹ھ	۳۶	امام عبدالحمید متوفی ۲۰۳ھ
۳۷	امام حسن بن زیاد متوفی ۲۰۴ھ	۳۸	امام ابوعاصم نبیل متوفی ۲۱۲ھ
۳۹	امام مکی بن ابراہیم متوفی ۲۱۵ھ	۴۰	امام حماد بن دلیل متوفی ۲۱۵ھ

یہ حضرات سب کے سب درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے پھر ان چالیس میں سے دس بارہ حضرات کی ایک مخصوص مجلس تھی جس کے رکن امام ابویوسف، امام زفر، داؤد طائی، یوسف بن خالد، یحییٰ بن زکریا بن زائدہ، امام محمد، عبداللہ بن مبارک اور خود امام ابوحنیفہ تھے۔ (جواہر المضیئة جلد ۱ صفحہ ۱۴۲، امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۷۱، بحوالہ فقہی ذخیرہ ج ۴/ص ۲۳۲)

فقہ حنفی اور دور اندیشی۔

حضرت مولانا عطاء الرحمن خان نوشیر اپنے مقالے میں ارقام فرماتے ہیں۔ فقہ حنفی کا نظریہ یہ تھا کہ نہ صرف اپنے وقت کے موجودہ مسائل حل کئے جائیں بلکہ جو حوادث و نوازل آئندہ بھی تا قیامت پیش آسکتے ہیں ان سب کا فیصلہ کیا جائے۔ بخلاف اس زمانے کے دوسرے محدثین اور اکابر تابعین امام مالک وغیرہ کا بھی نظریہ یہ تھا کہ صرف ان مسائل کی تحقیق کی جائے جو پیش آچکے ہوں۔ وہ فرضی مسائل

زیارت میں امام صاحب کا انتظار کیا کرتے تھے، جب امام صاحب مدینہ طیبہ تشریف لاتے تو کافی وقت امام صاحبؒ کے ساتھ علمی مذاکرات میں گزارتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی بحث چلی اور امام مالکؒ امام صاحبؒ کی مجلس سے اٹھے، تو پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ تلامذہ نے عرض کیا کہ آپ کو بہت پسینہ آیا، امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہاں ابوحنیفہ کے ساتھ بحث میں پسینہ آیا اور تم ان کو کیا سمجھتے ہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں۔ (مقدمہ مسند امام اعظم)

امام شافعیؒ کی رائے:

امام شافعی نے فرمایا کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ کیونکہ میں نے ان سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں متبحر ہو گا، اور نہ فقیہ بنے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ فقہ کے مربی اور مورث اعلیٰ ہیں۔ امام احمد بن حجر نے نقل کیا کہ ابوحنیفہ علم، تقویٰ، زہد و تحصیل آخرت کے بارے میں ایسے مقام پر فائز تھے کہ کوئی ان تک نہیں پہنچ سکا۔ (ضافہ از مرتب) غیر مقلد عالم جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا اعتراف ملاحظہ فرمائیے آپ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو اس حدیث میں داخل مانا ہے۔ جناب است کہ امام دراں داخل است و جمہور محدثین قرین باشارۃ النص (اتحاف ص ۴۲۴)

امام اعظمؒ کے حق میں حدیثی بشارت:

چنانچہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ فتاویٰ رحیمیہ میں ارقام فرماتے ہیں۔ ایک حدیث مبارک میں ہے: لو کان العلم بالثریا لتناوله اناس من ابناء فارس (مسند احمد ص ۲۹۷ ج ۲ بحوالہ انوار الباری)، علم ثریا پر ہوتا تو فارس کے لوگ اسے وہاں سے حاصل کر لیتے۔ جس طرح امام سیوطی شافعی، امام ابن حجر مکی شافعی وغیرہ بہت سے علماء کرام نے اس کا اولین مصداق حضرت امام ابوحنیفہ کی ذات گرامی کو قرار دیا ہے، اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی اس حدیث کا مصداق امام صاحب کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے مکتوبات میں ہے کہ ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ ایمان ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں ایک شخص اس کو ضرور حاصل کر لیتا۔ فقیر نے کہا

باب دوم

امام ابو حنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام ایک امتیازی خصوصیت

اس باب کا بیشتر حصہ مولانا سید محمد علی شاہ البخاری بانی کانفرنس و مہتمم جامعہ مرکز [illegible] کی کانفرنس میں پیش کردہ مقالہ بعنوان (امام ابوحنیفہ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مقام و مرتبت ایک امتیازی خصوصیت) برائے دوسری [illegible] کانفرنس 17-18 اکتوبر 1998ء کا مجموعہ ہے۔ ادارہ نے امام ابوحنیفہ سے متعلق ان تمام مقالات کو کتابی شکل میں مرتب کرتے وقت ان کے ساتھ چند ضمنی اور مناسب اضافے کر کے زیب قرطاس بنایا اور مستقل عنوانات کا اضافہ کیا ہے۔ (ادارہ)

امام ابوحنیفہ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام

تعلیم وتربیت ذوق علم، بحث ومناظرہ اتقہ ادی مسائل تاجرانہ خصوصیت، سیاسی تحریکات جود اقتدار سے نفرت بے باکانہ حق گوئی، مدح وقدح کی کثرت، معاصرین کا اعتراف علم وفضل، معانی فکر، دقت نظر، حاضر دماغی جذبہ اخلاص، رعب ودبدبہ ان تمام صفات کو ایک طرف رکھ کر صرف اور صرف امام اعظم کی تابعیت اور روایت عن الصحابہ ان کی زندگی کا ایک روشن باب ہے۔ (از مرتب)

اس وقت جبکہ بعض کم علم و کم فہم حضرات بغیر کسی تحقیق کے ابوحنیفہ کے مقام کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلا رہے ہیں ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہ کو جو امتیازی شان ومقام دیگر ائمہ کی نسبت حاصل ہے۔ کم از کم ایک حنفی طالب علم اس سے ضرور واقف ہو کیونکہ علاوہ ان کی محدثانہ حیثیت بھی ہے اور ساتھ ہی امام صاحب سند کے عالی مرتبت کے مقام پر بھی فائز ہیں جو دوسرے ائمہ کو حاصل نہیں امام اعظم ابوحنیفہ کی خصوصیات میں سے ایک امتیازی خصوصیت جو تاریخی اور دینی دونوں اعتبار سے نہایت اہم ہے وہ ان کی تابعیت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اربعہ میں امام صاحب کے علاوہ یہ منصب کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکا۔ اس تابعیت کی بناء پر امام ابوحنیفہ حضور ﷺ کے صرف ایک واسطہ سے شاگرد ہیں اور یہ ایک فضیلت ہے جس نے امام صاحب کو اپنے تمام معاصرین اور بعد میں آنے والے تمام محدثین سے ممتاز کر دیا ہے دوسرے ائمہ کی اسانید عالیہ کو دیکھیں تو امام مالک تبع تابعی ہیں اس لئے ان کی احادیث میں سب سے عالی ثنائیات ہیں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی چونکہ کسی تابعی سے ملاقات نہیں ہوسکی اسلئے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات ثلاثیات شمار کی جاتی ہیں امام مسلم وامام بخاری کی کسی تبع تابعی سے ملاقات نہیں ہوئی اسلئے ان کی سب سے اعلیٰ روایات رباعیات ہیں۔ جبکہ صرف ایک واسطہ سے حضور ﷺ سے روایت کرنے کا شرف صرف امام ابوحنیفہ کو ہی حاصل ہے۔

(جدید فقہی تحقیقات مقدمہ مولانا محمد صدیق ملتانی ص ۱۲۷)

تابعی کی تعریف:

تنویر الاسد فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں تابعی کے تعریف کی متعلق یوں تحریر ہے۔ تابعی اس کو

کہتے ہیں جو صحابی سے ملا ہو۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو۔ یہی مذہب مختار ہے۔ علامہ عراقیؒ نے کہا ہے کہ اکثر اسی پر عمل ہے اور حضرت محمد ﷺ نے اپنے اس قول سے بھی اس طرف اشارہ کیا (تابعی و صحابی کی طرف) کہ خوشخبری ہو اس کیلئے جس نے مجھے دیکھا یا اس کو جس نے مجھے دیکھے ہوئے کو دیکھا۔ پس معلوم ہوا کہ صحابیت اور تابعیت کیلئے فقط رؤیت کافی ہے، جس سے امام صاحب کا تابعی ہونا یقیناً ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ امام صاحب نے کئی صحابہ کو دیکھا ہے جیسا کہ شیخ جزری نے اسماء الرجال میں اور تورپشتی نے تحفۃ المسترشدین میں اور صاحب کشف کشاف نے سورۃ مومنین اور صاحب مرآۃ الجنان وغیرہ جیسے دیگر علماء محققین نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحب کی صحابہ سے ملاقات ہوئی ہے۔ پس اب امام صاحب کی تابعیت کا منکر تتبع قاصر یا تعصب وافر کا ہی شکار ہو سکتا ہے۔ اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب "اقامۃ الحجۃ" میں لکھا ہے کہ امام ذہبی کاشف میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ اور عطاء، اعرج اور عکرمہ سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ اور یافعی نے "مرآۃ الجنان" میں لکھا ہے کہ امام اعظمؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ بعض اہل تاریخ نے ملاقات کا انکار کیا ہے لیکن امام صاحب کے شاگرد کہتے ہیں کہ ملاقات اور روایت دونوں حاصل ہوئی ہیں "تبییض الصحیفہ" میں لکھا ہے کہ ابو معشر طبری نے مستقل ایک کتاب تصنیف کی جس میں صرف وہ احادیث شامل کی گئی ہیں جو امام صاحب نے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہیں۔ لیکن دارقطنیؒ سے بھی منقول ہے کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ شیخ ولی الدین عراقی نے بھی فرمایا کہ رؤیت محقق ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے ایک جماعت صحابہؓ کو پایا تھا کیونکہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور اس وقت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کوفہ میں اور حضرت انسؓ بصرہ میں تھے پس علاوہ تابعیت اور رؤیت کے صحابہ کی نعمت سوائے آپ کے اور کسی امام کو حاصل نہیں ہوئی یہ ایسی سعادت بڑی اور بڑی نعمت ہے۔ حماد، اوزاعی، قفال، ثوری، مسلم بن خالد، لیث بن سعدؒ غرض کسی امام کو یہ شرف حاصل نہیں ہو سکا۔

جو محققین امام اعظمؒ کی تابعیت کے قائل ہیں ان میں سرفہرست دارقطنی، حمزہ، سہمی، جزری،

اور تورپشتی (وغیرہم) ہیں۔
(تنویر الحسانی مناقب امام الشافعیؒ ص ۳۹) (بحوالہ جدید فقہی تحقیقات مقالہ مولانا محمد صدیق ملتانی ص ۱۲۷)

امام صاحبؒ کے تابعیت مشہور و مسلم ہے:

علامہ ابن حجر ہیثمی مکیؒ نے خیرات الحسان میں تحریر فرمایا ہے" **وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انه ادرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة بعد مولده بها سنة ثمانین فهو طبقة التابعین ولم یثبت ذالک لأحد من ائمة الامصار المعاصرین له کا الاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرة و الثوری بالکوفة و مالک بالمدینة الشریفه واللیث بن سعد بمصر انتهی وحینئذ فهو من اعیان التابعین** (الخیرات الحسان صفحہ ۲۱ فصل السادس)

ایک ایسا شرف جس میں کوئی محدث ان کے ساتھ شریک نہیں:

ثلاثیات بخاری جنہیں امام بخاریؒ کیلئے ایک منفرد خصوصیت سمجھا جاتا ہے اس عالی مرتبہ سند میں امام اعظم امام بخاریؒ سے بھی ہم مقام پر فائز ہیں کہ ان کی جملہ روایات نہ صرف ثلاثی بلکہ آپ کی بعض روایات ثنائی اور احادی ہیں اور یہ ایک ایسا شرف ہے جس میں کوئی محدث امام ان کے ساتھ شریک نہیں۔ امام صاحب کی کتاب آثار سنن کی ایسی کتاب ہے جس کے مصنف کو تابعیت کا شرف حاصل ہو علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو یہ ایک فضیلت حاصل ہے جو کہ ان کے معاصرین کو حاصل نہیں ہے وہ فضیلت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ تابعی تھے۔

امام صاحب کے معاصرین میں شام میں امام اوزاعی کوفہ میں سفیان ثوری بصرہ میں حماد تھے مدینہ منورہ میں امام مالکؒ اور مصر میں اس وقت لیث بن سعدؒ تھے ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کی ہے اور خود امام صاحب فرماتے ہیں کہ رایته مرارا کان یخضب بالصفرة میں نے متعدد مرتبہ حضرت انسؓ کو دیکھا ہے وہ زرد خضاب لگاتے تھے۔

تعداد کے موافق ومخالف اور معاتب وغیرہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام سے روایت کی ہے لکھتے ہیں وان وقع الاختلاف فی عدد هم فمنهم من قال سبعة و منهم من قال اکثر من ذلک و منهم من قال اقل من ذلک

روایات منقولہ از صحابہ کرام:

امام اعظم کے علوم سے بے اعتنائی کے سبب بعض سادہ لوح احباب مقلدین کے اس باطل خیال کو غیر شعوری طور پر کچھ سچ سمجھ گئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ علم حدیث سے بے بہرہ تھے اور اگر انہیں متعارف طریقے سے حضرت امام صاحب کی سند سے کوئی حدیث مل جاتی ہے تو وہ اسے جدید انکشاف تصور کرتے ہیں حالانکہ عقل و دیانت کی روشنی میں علمی اعتبار سے یہ خیال قطعاً بے بنیاد اور غلط ہے حضرت مولانا عبدالحی اس الزام کے مفصل ومدلل تردید فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔ " مخالفین کا یہ الزام دلائل قطعیہ، عقلیہ، ونقلیہ، یقینیہ بدیہی مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے چنانچہ موطا امام محمدؒ (کتاب الحج، کتاب الآثار، سیر کبیر، کتاب الخراج، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، تصانیف دارقطنی، تصنیف بیہقی، تصنیف طحاوی، تصنیف امام حاکم وغیرہ کتابوں میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے کئی سو احادیث موجود ہیں (بحاصلہ) جو حجاب تعصب کی پٹی کھول کر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے صحابہ سے جو روایات نقل ہیں ان میں ایک حدیث یہ ہے روی الامام ابو یوسف یعقوب بن ابراهیم الأنصاری صاحب امام ابوحنیفة آخر مقال ابوحنیفة قال سمعت انس بن مالک یقول قال النبی ﷺ طلب العلم فریضة علی کل مسلم "

اس طرح امام ابوحنیفہ کی ایک اور روایت امام ابو یوسف نے نقل کی ہے قال . قال ابوحنیفة سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول ﷺ یقول الدال علی الخیر کفا علہ و ان اللہ یحب اغاثة اللھفان

امام ابوحنیفہ نے علم فقہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے چونکہ ارمشائخ سے حدیث اور فقہ کو

خذ کیا ہے ان میں سے تین سو تابعی تھے ضروری ہے کہ ہر ایک حنفی اور فقہ حنفی کے استاد و طالب علم امام ابوحنیفہ کے مقام سے واقف ہوں اور سطحی علم کا وہ طائفہ جو امام صاحب کے بارے شکوک و شبہات پھیلا رہے ہیں ان کا وہ صحیح جواب دے سکیں

امام ابوحنیفہؒ کی روایت پر لکھی گئی جزاء

متعدد محدثین کرام اس پر کئی اجزاء لکھ چکے ہیں کہ امام اعظم راوی عن صحابہ ہیں۔ ان اجزاء میں جزء ابی حامد محمد بن ہارون حضرمی، جزء ابی الحسین علی بن احمد بن عیسیٰ، جزء ابی بکر عبدالرحمن بن محمد بن احمد سرخسی اور ابن جوزی کی الانتصار و الترجیح بھی شامل ہیں

(الخیرات الحسان)

امام اعظم کی روایت عن الصحابہ پر منظوم کلام:

علامہ شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ الانصاری الحنفی اپنے منظوم کلام ''جواهر العقائد و درر القلائد'' میں امام اعظمؒ کے روایت عن الصحابہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

معتقداً مذهب عظيم الشان	ابى حنيفة الفتى النعمان
جمعاً من اصحاب النبى ادركا	اثرهم قداقتفى و سلكا
طريقة واضحة المنهاج	سالمة من الضلال الداجى
وقد روى عن انسؓ وجابرؓ	ابن ابى اوفىؓ كذا عن عامرؓ
اعنى ابالطفيلؓ ذاابن واثله	وابنؓ انيس الفتى وواثله
عن ابن جزءؓ قد روى امام	وبنتؓ عجرةؓ هى التمام
رضى الكريم دائماً	عنهم وعن كل الصحاب العظما

(بحواله درمختار)

علامہ عینیؒ کی تائید:

امام اعظم کے سماع عن الصحابہ کا ذکر ''منیۃ المفتی'' میں بھی ہے اور ادراک بالسن کا تو تمیں صحابہ سے ثبوت ملتا ہے چنانچہ اوائل الضیاء میں ہے کہ محمد بن سعد نے کہا کہ سیف بن جابر

نے مجھے حدیث بیان کی کہ اس نے ابوحنیفہؒ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ عینیؒ نے بھی سماع ثابت کیا ہے، مگر الحافظ قاسم نے اس کا رد کیا ہے لیکن عینی کی تائید محدثین کے اس قاعدے سے ہوتی ہے کہ "راوی اتصال مقدم ہوتا ہے راوی ارسال اور انقطاع پر" اس لئے کہ اس کے (راوی اتصال) کے پاس علم زیادہ ہوتا ہے۔

بعض محدثین نے کہا ہے کہ علامہ حارث کبری نے نقول صحیحہ کو اثبات سماع میں خوب ذکر کیا ہے اور قاعدہ ہے المثبت مقدم علی النافی کہ ثابت کرنے والا مقدم ہے نفی کرنے والے پر۔ علامہ کردریؒ نے کہا کہ سید الحفاظ امام مشہور ابن فیروز ابادیی و برہان ، سلامہ الغزنوی نے اسانید صحیحہ کیساتھ ذکر کیا ہے کہ۔ (امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت محمد ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ **من قال لا اله الا اللّه مخلصا من قلبه دخل الجنة و لو توكلتم على الله حق توكله ررقتم كما يرزق الطير تغد خماصاً و تروح بطاناً.**

اور سید الحفاظ لدیمیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اس نے ابوحنیفہ کو دیکھا وہ فرماتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن اوفی سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت محمد ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے **حبک الشیء یعمی ویصم والدال علی الخیر کفاعله والدال علی الشر کمثله والله یحب اغاثة اللهفان (مناقب کردری)**

ابن حجر نے فرمایا ہے کہ امام اعظمؒ نے اس حدیث متواتر **من بنی مسجد اً ولو کمفحص قطاة بنی اللّه لهٗ بیتا فی الجنة** کو روایت کیا۔ امام اعظمؒ نے واثلہ بن اسقعؓ سے دو روایتیں کیں اور ان کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی وہ حدیثیں یہ ہیں **لا تظهر الشماتة لاخیک فیعافیه الله ویبتلیک** اور **دع ما یریبک الی ما لا یریبک** بعض اہل حدیث نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے واثلہؓ کو نہیں دیکھا قلت **الامکان ثابت** کہ (امکان ثابت ہے) اور ناقل عادل ہے۔ اور مثبت اولی من النافی ہے اس کے علاوہ امام صاحبؒ نے جن جن حضرات سے روایتیں لی ہیں امام صاحب کی وفات ان کی وفات کے بعد ہوئی ہے لہذا ان کی وفات کے

وقت امام صاحب ۷ سال کے معمر ہوئے جیسا کہ حضرت ابن ابی اوفیٰ کے انتقال کے وقت امام صاحب کی عمر ۷ یا ۹ سال کی تھی لہذا امام محقق اور روایت شیخ موفق "ابن صلاح" نے موسیٰ بن ہارون الحمال سے روایت کی ہے جو حفاظ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب بچہ گائے اور گدھے میں فرق کر سکے تو اس کا سماع حدیث معتبر ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر عاقل اور ضابط ہو تو اس کی حدیث معتبر ہے قاضی حافظ عیاض بن موسیٰ الیحصبی نے ذکر کیا ہے کہ محدثین نے محمود بن ربیع کی عمر کو سماع حدیث کے لئے سند کی حیثیت سے پیش کیا ہے امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں "ترجمہ متی یصح سماع الصغیر" کے بعد عن محمود بن ربیع قال عقلت منه عليه السلام مجة مجها في وجهي وانا ابن خمس سنين من دلو ایک روایت میں کان اربع ہے، ابن صلاح نے تحدید پانچ سال کی ہے بہر حال امام اعظم ان مروی عنہم کی وفات کے وقت کم از کم چھ سال کے تھے تو سماع عن الصحابہ پر شک کی گنجائش نہیں۔ یحییٰ بن معین جو امام بخاری کے بھی شیخ ہیں کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے عائشہ بنت عجرد سے حدیث کی سماعت کی۔ یحییٰ بن معین اپنے زمانے کے بڑے محدثین میں سے ہیں۔ اور امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ ابن معین ہمارے زمانے کے بڑے محدثین میں سے ہیں اس کے بعد سماع کا انکار محض تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔

امام صاحب کا تابعی ہونا تو اتفاقاً ثابت تھا مگر غیر مقلدین حضرات کو چونکہ اس میں کلام تھا اس لئے یہاں ذکر کیا گیا۔

احادیات امام ابوحنیفہؒ:

جس حدیث کو راوی نے خود صحابی سے سنا ہو ایسی حدیثوں کو احادیات کہتے ہیں امام صاحب کی احادیات کی سند یہ ہیں

۱) عن ابی حنیفة عن انس بن مالک رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ
۲) عن ابی حنیفة عن عبداللّٰه بن الحارث رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ
۳) عن ابی حنیفة عن عبداللّٰه بن اوفی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ
۴) عن ابی حنیفة عن واثلة بن الاسقع رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ

۵) عن ابی حنیفة عن عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالی عنه عن النبی ﷺ
۶) عن ابی حنیفة عن عائشة بنت عجرة رضی اللہ تعالی عنهما عن النبی ﷺ
(التعلیقات ص۷، التانیب ص ۲۱)

یعنی چھ صحابیوں سے آپ کا سماع حدیث کرنا ثابت ہے۔ نیز ان سندوں سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں۔

اور ترمذی میں یہ حدیث ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ ایسے مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے (بحالت ایمان) مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ (ترمذی ص ۲۲۸)

اب حضرت امام اعظمؒ کو جو برا بھلا کہتے ہیں، خدارا غور کریں اور زبان روکیں۔

امام اعظمؒ کے اساتذہ حدیث یا صحابی ہیں یا تابعی ہیں یا تبع تابعی ہیں۔ یعنی قرون مشہود لہا بالخیر کے شیوخ ہیں۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں۔ صحابہ کرام کے بعد بڑے محدث دو ہیں ایک امام شعبیؒ دوسرے سفیان ثوریؒ، حضرت شعبیؒ نے پچاس صحابہ سے ملاقات کی ہے (تذکرۃ الحفاظ ج اص ۷۶) اور حضرت امام اعظمؒ امام شعبیؒ کے تلامذہ شاگردوں میں سے ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی کا قول گزر چکا ہے هو اکبر شیخ لابی حنیفة (ج اص ۷۵) تاریخ عرب میں ہے کان من ابرز الذین تخرجوا عن الشعبی الامام ابوحنیفة المشهور (تاریخ العرب ص ۳۱۱) علامہ حصفکیؒ نے مسند امام میں اس سند کے ساتھ روایت لکھی ہے ابوحنیفة عن الشعبی عن المغیرة بن شعبة قال رایت رسول اللہ ﷺ یمسح علی الخفین۔ اس روایت کو حافظ طلحہ بن محمد، حافظ حسین بن محمد، حافظ ابوبکر بن عبدالباقی اور امام محمد نے کتاب الآثار میں لکھا ہے۔

علامہ ذہبی نے عدد کثیر من التابعین کہا ہے کہ کثیر تعداد تابعین سے امام صاحب نے روایت لی ہے۔

امام صاحب کی احادیث جن کی اسناد میں امام صاحب اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف

صحابی کا واسطہ نہ رہ چکی ہیں۔ یعنی امام صاحب نے براہ راست خود صحابی سے اور صحابی نے رسول کریم ﷺ سے سنا ان کو احادیث کہتے ہیں اور اس طریق سند میں امام صاحب تمام ائمہ میں ممتاز ہیں اور کسی ائمہ مجتہدین میں ایسی علو سند موجود نہیں اور نہ اصحاب صحاح کے پاس ہے۔

ثنائیات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

دوسری ایسی روایت بھی امام اعظمؒ سے آئی ہیں جن میں امام صاحب اور رسول کریم ﷺ کے درمیان دو واسطے ہیں یعنی امام صاحب نے تابعی سے سنا انہوں نے صحابی سے انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ایسی اسناد کو ثنائیات کہتے ہیں اور یہ ثنائیات موطا امام محمد میں موجود ہیں مثلاً

ابوحنیفة عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی ﷺ

ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ

ابو حنیفه عن عبدالله بن بحینه قال سمعت اباالدرداء قال قال رسول الله ﷺ

ابو حنیفة عن عبدالرحمن عن ابی سعید عن النبی ﷺ

ابوحنیفة عن عطیة عن ابی سعید عن النبی ﷺ

ابو حنیفة عن شداد عن ابی سعید عن النبی ﷺ

ابو حنیفة عن عطاء عن ابی سعید عن النبی ﷺ

ابو حنیفة عن عاصم عن رجل من اصحابه عن النبی ﷺ

ابوحنیفة عن عون عن رجل من أصحابه عن النبی ﷺ

ابوحنیفة عن محمد بن عبدالرحمن عن ابی امامة عن النبی ﷺ

ابوحنیفة عن مسلم بن الاعور عن مالک بن انس عن النبی ﷺ

ابوحنیفة عن محمد بن قیس عن ابی عامر انه کان یهدی للنبی ﷺ

ان ثنائیات میں سوائے امام مالک کے اور کوئی ہمسر امام صاحب کا نہیں ہے۔

علو سند کے اعتبار سے تیسرے درجے پر وہ اسنادیں ہیں جن میں تین تین راوی ہوں یعنی تبع تابعی، پھر تابعی، پھر صحابی، پھر رسول کریم ﷺ اس قسم کی سندوں کو ثلاثیات کہتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ثلاثیات بھی مروی ہیں مثلاً

عن ابی حنیفة عن بلال عن وهب عن جابر عن النبی ﷺ

عن ابی حنیفة عن ابی موسی بن عائشة عن عبدالله عن جابر عن النبی ﷺ

عن ابی حنیفة عن عبدالله عن ابی نجیح عن عبدالله بن عمر عن النبی ﷺ

یہ ثلاثیات امام بخاریؒ سے مروی ہیں اور ابن ماجہ میں ایسی روایات موجود ہیں۔ سو اگر آپ دیکھیں گے اور تلاش کریں گے تو حضرت امام بخاری کی ثلاثیات تقریباً اکیس ہیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

مکی ابن ابراہیم کے واسطے سے	۱۱ ہیں
ابوعاصم النبیل کے واسطے سے	۵ ہیں
محمد بن عبداللہ انصاری کے واسطے سے	۳ ہیں
خلاد بن یحییٰ کے واسطے سے	۱ ہے
عصام بن خالد کے واسطے سے	۱ ہے

ان میں سے اول کے دو مشائخ مکی بن ابراہیم اور ابوعاصم النبیل یہ امام بخاری کے حقیقی اولی کے مشائخ میں ہیں مگر یہ دونوں مشائخ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ (بشکریہ ماہنامہ بلاغ ص ۴۲، ۴۳)

باب سوم

امام ابو حنیفہؒ
کا علم حدیث میں مقام

یہ باب دراصل مولانا ابن الحسن عباسی استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی، مولانا محمد عابد مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم چوک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا اور مولانا محمد ندیم خطیب جامع مسجد عزمہ قائد اعظم میڈیکل کالج نیو کیمپس بہاولپور کا پیش کردہ مقالات بعنوان (امام ابو حنیفہ کی محدثانہ حیثیت" برائے دوسری قومی فقہی کانفرنس 17-18 اکتوبر 1998ء کا مرتب کردہ مجموعہ ہے مقالات کی اہمیت و موضوع کے پیش نظر ادارہ نے ان کو کتابی شکل میں مرتب کرتے وقت مکررات کو حذف کر کے ہر مضمون کے ساتھ مستقل عنوانات کا اضافہ کر کے کتاب کے صفحات کی زینت بنائی تاکہ مضامین کتاب میں تنوع اور امتیازات ملحوظ خاطر رہے۔ امید ہے قارئین اس سے حظ وافر حاصل کریں۔

(ادارہ)

امام صاحب کا طلب حدیث:

امام صاحب کا آبائی پیشہ تجارت تھا، کیونکہ آپ نے بھی اسی کو اختیار کیا اور اسی کو ذریعہ معاش بنائے رکھا۔ تمام میں سب معاش اور اس طرح وافر مقدار میں اشاعت علم درحقیقت دو متضاد راہوں پر بیک وقت گامزن ہونے کی پہلی مثال آپ نے قائم کی۔ آپؒ نے اپنے علم کو امراء و سلاطین کی معصیت کا بھی شرمندہ احسان نہیں بنایا۔ ریشمی کپڑے کی تجارت کا کام تھا، لاکھوں کا کاروبار تھا۔ عراق، شام، ایران و عرب کی طرف مال سپلائی کیا جاتا تھا، انہی تجارتی امور کی وجہ سے شہروں اور بازاروں میں آپ کی آمد کثرت سے رہتی تھی۔

ایک دن گزرتے ہوئے امام شعبی سے ملاقات ہوگئی، امام شعبی نے دریافت کیا صاحبزادے کیا کرتے ہو؟ کہاں آتے جاتے رہتے ہو؟ جواب دیا کہ تجارت مشغلہ ہے، اسی سلسلہ میں آمد و رفت رہتی ہے پھر امام شعبی نے پوچھا کیا علماء کے پاس بھی آتے جاتے ہو؟ جواب دیا انا قليل الاختلاط اليهم میں ان کے پاس کم آتا جاتا ہوں۔ امام شعبی نے اپنی فراست سے پہچان لیا اور علم کی ترغیب دی۔ امام اعظم خود فرماتے ہیں فوقع في نفسي من قوله فتركت الاختلاط في السوق واخذت في العلم ([illegible] ص ۵۹) کہ میرے دل میں امام شعبی کی بات بیٹھ گئی اور میں نے بازار میں آمد و رفت چھوڑ کر علم حاصل کرنا شروع کیا۔ اس واقعہ سے امام صاحب کی علم حدیث کی تحصیل شروع ہوئی آپ نے اپنی عمر کے ابتدائی حصہ میں ہی علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا تو یقینی ہے کہ روایت آپ نے فقہاء محدثین سے لیں۔ چنانچہ ابو [illegible] امام صاحب سے ان کی اپنی بات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا ولدت سنة ثمانين وقدم عبد الله بن انيس صاحب رسول الله ﷺ سنة اربع وتسعين ورأيته وسمعت منه وانا ابن اربع عشرة سنة سمعته يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول حبك للشيء يعمي ويصم امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا جب میں نے حضرت انس کو دیکھا اور ان سے یہ حدیث سنی کہ کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے تو اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔ علم حدیث سے تعلم کے حوالے سے ہی امام ابو یوسف فرماتے ہیں

کہ امام اعظمؒ نے خود اپنا واقعہ ہمیں سنایا قال ولدت سنة ثمانين وحججت مع ابی سنة ست وتسعين وأنا ابن ست عشرة سنة فلما دخلت المسجد الحرام رأيت حلقة عظيمة فقلت لأبى حلقة من هذه؟ فقال حلقة عبدالله بن الحرث بن جزء الزبيدى صاحب رسول الله ﷺ فتقدمت فسمعته يقول من تفقه فى دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لايحتسب (مكانة الامام ابيحنيفة بين المحدثين صفحه ۹۸) کہ میری پیدائش ۸۰ھ کو ہوئی اور ۹۶ھ میں، میں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کیا، جب میں مسجد حرام میں تشریف آیا تو ایک بڑا مجمع دیکھا، تو میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ یہ حلقہ کس کا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن حارث کا ہے حضرت عبداللہؓ نے حدیث بالا پڑھی۔

مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی جوانی کی ابتداء ہی سے علم حدیث صحابہ کرامؓ اور تابعین سے حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور یہ امام صاحب کیلئے ایک اچھی فضیلت بھی ہے کہ ابتداء جوانی سے علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا اور بالآخر ایک ذخیرہ احادیث کو جمع کیا اور پھر احکامات مستنبط کئے جو امت کیلئے بے مثال نفع ہے کما لا یخفی علی العلماء (مقالہ مولانا محمد عبداللہ)

علم حدیث میں امام اعظمؒ کا مقام:

زیر نظر تحریر میں ان کی علمی شخصیت کا صرف محدثانہ حیثیت سے جائزہ لینا مقصود ہے۔ امام اعظمؒ بلاشبہ حدیث میں بھی امام تھے، قرآن وحدیث اور تاریخ ولغت میں مہارت کے بغیر اجتہاد کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ مجتہد وہی ہو سکتا ہے، جس کو قرآن وحدیث اور ان کے متعلقہ علوم میں مہارت حاصل ہو۔ مجتہد قرآن اور حدیث کو بنیاد بنا کر مسائل مستنبط کرتا ہے اور امام اعظمؒ نے اس طرح لاکھوں مسائل مستنبط کئے۔ اس میں ان کا کوئی ہمسر نہیں، امام شافعیؒ نے ان کے حق میں بالکل بجا فرمایا الناس فى الفقه عيال ابى حنيفة (ابن حجر مكى شافعى، الخيرات الحسان ص ۵) خلیفہ منصور نے انہیں عالم الدنیا کہا، عالم کا طلاق اس زمانہ میں اس شخص پر ہوتا تھا جس کو اسانید اور متون حدیث یاد ہوں۔ مکی بن ابراہیمؒ جلیل القدر حافظ حدیث وفقیہ ہیں،

امام بخاری ابن معین وغیرہ کے استاد ہیں، امام ابوحنیفہ کی شان میں فرماتے ہیں کان اعلم اهل زمانه (ظفر احمد عثمانی تو مدنی علوم الحدیث ص ۸۷) جسکا مطلب یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہ کی عنداللہ مقبولیت:

چنانچہ اس سلسلے میں قارئین سے استفادہ کیلئے حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری کا ایک تفصیلی مضمون میں من وعن تحریر کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کو محبوبیت عطا فرمائیں گے۔" (سورۃ مریم ۹۶) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں "یعنی ان کو اپنی محبت دے گا یا خود ان سے محبت کرے گا یا خلق کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا" احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اول جبرئیلؑ کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر، پھر آسمان میں اس کا اعلان کرتے ہیں، آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین میں اس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں میں جس کی محبت ڈال دے وہ اس کے عنداللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے، لیکن یہ محبت مومنین صالحین کے دلوں میں پہلے پیدا ہوتی ہے اور پھر عوام میں پھیلتی ہے۔ صرف عوام کے دلوں میں کسی کی محبت آجانا اس کی دلیل نہیں کہ یہ عنداللہ بھی مقبول ہے۔ اگر ہم امام اعظم کے حالات میں غور کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک قبولیت عطا فرمائی ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین بھی ان کی تعریف کرتے دنیا سے گئے ان کے فضائل لکھنے والے صرف حنفی نہیں بلکہ مالکی، شافعی، اور حنبلی بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے رہے ہیں۔ حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر اندلسی مالکی نے الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء میں اپنی سند سے بڑے بڑے محدثین کے اقوال امام صاحب کی تعریف میں نقل فرمائے ہیں۔ ان میں سے چند روایات درج ذیل ہیں۔

۱ ابوحمزہ ثمالی فرماتے ہیں کہ ہم امام محمد بن علی رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس امام ابوحنیفہ تشریف لائے اور آپ سے چند مسئلے پوچھے۔ امام محمد بن علی نے ان سے

جوابات دیے۔ امام ابوحنیفہؒ چلے گئے تو ہمیں امام محمد بن علی باقر نے فرمایا کہ اس کا طور طریقہ کیا ہی خوب ہے اور اس کی فقاہت کتنی عظیم ہے۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۳) مشہور ہے "ولی را ولی می شناسد" یعنی ولی کو ولی پہچانتا ہے۔ انداز سوال سے بھی سائل کی علمی استعداد معلوم ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن عبد البر مولود ۳۶۸ھ متوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے امام محمد بن علی سے روایت بھی لی ہے۔ چنانچہ اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ ابوجعفر محمد بن علیؒ نے ان سے حدیث بیان کی کہ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ کے (جنازہ کے) پاس گئے، آپ پر کپڑا اڑا ہوا تھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کہ اس کے نامۂ اعمال سے خدا تعالیٰ سے ملاقات مجھے محبوب تر ہو بہ نسبت اس شخص کے جس پر چادر ڈالی ہوئی ہے (یعنی حضرت عمرؓ کے) (الانتقاء، صفحہ ۱۹۴،)

نوٹ یہ محمد بن علی امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ کے والد بزرگوار ہیں جو ائمہ اہل بیت میں سے ہیں اور تمام صحاح ستہ والوں نے ان سے روایت کی ہے، امام باقر ان کا لقب ہے، علامہ ذہبی ان کی توثیق ان الفاظ میں کرتے ہیں الامام الثبت بنو ہاشم کے فرد اور حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں، مدینہ میں زندگی گزاری، بڑے سردار ہیں۔ لفظ باقر کے ساتھ مشہور ہیں جو "بقر علم" سے بنا ہے یعنی ظاہری الفاظ کو شق کر کے اس کے مخفی معانی تک پہنچنے والے۔ ان کی پیدائش ۵۶ھ میں اور وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی اور وفات کے بارے میں ۱۱۷ھ اور ۱۱۸ھ کا قول بھی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، صفحہ ۱۲۴، جلد ۱) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محبت ائمہ اہل بیت کے دل میں بھی ڈال دی تھی، پھر امام محمد باقر، امام اعظم رحمہ اللہ کے استاد بھی ہیں اور استاد سے چال چلن کی تعریف اور فقاہت کی سند ملنا امام صاحبؒ کے لئے باعث صد فخر ہے اور یہ تعریف بھی مرکز اسلام مدینہ میں، اب اگر کوئی ہندوستان یا پاکستان کا آدمی ان پر ناراض ہو تو اس کا یہ فعل سورج پر تھوکنے کی طرح ہوگا جبکہ یہ تعریف خیر القرون میں ہو رہی ہے۔ اور پندرہویں صدی میں جو شر القرون ہے امام صاحبؒ سے کوئی ناراض ہو تو اس کی کوئی وقعت نہیں۔

۲ حماد بن ابی سلیمان (جو صحاح ستہ کے راوی ہیں) کوفہ کے رہنے والے ہیں ان کی

جمان میں ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں۔ ابوعبداللہ عبد ختن فرماتے ہیں کہ ان کے باوجود امام ابوحنیفہ سے مسائل اخذ کیا کرتے تھے۔ ان کے بارہ میں محمد بن عبید طنافسی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حج کا ارادہ کیا، جب ہم دنائی جگہ میں پہنچے تو علی بن مسعر نے کہا کہ ابوحنیفہ کے پاس جاؤ کہ وہ ہمیں مسائل حج لکھ دیں۔ (انتقاء، صفحہ ۱۹۵) ایک مرتبہ کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو بے تکلف فرمایا۔ اس مسئلہ کا بہتر جواب ابوحنیفہ ہی دے سکتے ہیں اور ان کے بعد فرمایا۔ **واظنه انه بورک فی العلم** " میں خیال کرتا ہوں کہ خدا نے ان کو علم میں بڑی برکت دی ہے۔ (الخیرات الحسان صفحہ ۳)

اسی طرح عبد اللہ بن نمیر فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعمش سے اس حال میں سنا جب ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا کہ اس مسئلہ اور اس جیسے مسائل میں نعمان بن ثابت خزاز بہت اچھا جواب دیتا ہے، میری رائے یہ ہے کہ اس کے لئے اس کے علم میں برکت دی گئی ہے۔ (انتقاء، صفحہ ۱۹۲) ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کہ محدث مسائل میں بہت تحقیق کرے۔ عمل کیلئے محدثین کو فقہاء کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ محدث کی پوری محنت الفاظ حدیث پر ہوتی ہے جیسا کہ امام ترمذی بھی ایک موقع پر اس کا اقرار کرتے ہیں۔ **کذا قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث** کہ فقہاء نے ایسے ہی فرمایا ہے اور وہ فقہاء "معانی حدیث" کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (ترمذی، صفحہ ۹۳) اور امام اعمش نے ایک موقع پر فرمایا تھا **ایھا الفقہاء انتم الاطباء ونحن صیادلۃ** کہ اے فقہاء تم لوگ طبیب ہو اور ہم پنساری ہیں جس طرح پنساری کے پاس ہر قسم کی جڑی بوٹی ہوتی ہے مگر علاج میں وہ طبیب کی طرف رجوع کرتا ہے اپنی رائے سے کسی جڑی بوٹی کو استعمال نہیں کرتا، اسی طرح محدثین کے پاس الفاظ حدیث کا ذخیرہ اگرچہ موجود ہوتا ہے مگر معانی اور پھر عمل کرنے کیلئے وہ فقہاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ والے سارے کسی نہ کسی امام کے مقلد ہیں آج کل جو یہ ذہن عام ہو رہا ہے کہ ہر آدمی حدیث کا ترجمہ دیکھ کر عمل شروع کردے یہ ذہن "سلف" میں نہیں تھا۔

(ب) امام ابوحنیفہؒ، امیر المومنین فی الحدیث شعبۃ بن حجاجؒ متوفی ۱۶۰ھ کی نظر میں:

۲ (ا) شعبہ بن حجاج امام اعظم کے ہم عصر رواۃ میں سے ہیں۔ سفیان ثوری ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے حضرت شعبہ امام صاحب کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے۔ موفق میں ہے (كان شعبة اذا سئل عن ابى حنيفة اطنب فى مدحه و كان يهدى اليه فى كل عام طرفة) جب شعبہ سے ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا جاتا تو امام صاحب کی تعریف وتوصیف کرتے اور ہر سال امام صاحب کیلئے نیا تحفہ بھیجتے تھے (موفق جلد۲ صفحہ ۳۲) (۲) جب آپ کو امام صاحب کی وفات کی خبر پہنچی تو انا للہ پڑھ کر فرمایا (طفئ عن الكوفة نور العلم اما انهم لايرون مثله ابدا) آج کوفہ کا چراغ علم بجھ گیا اور اب اہل کوفہ قیامت تک آپ کی نظیر نہیں دیکھیں گے (الخیرات الحسان صفحہ ۲۲ فصل ۳) یہ شعبہ بن حجاج بن ورد ہیں، پہلے واسط میں اور پھر بصرہ میں رہائش پذیر رہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ ثقة حافظ متقن تھے سفیان ثوری ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے عراق میں "رجال" کی تحقیق شروع کی اور سنت کا دفاع کیا اور بڑے عبادت گزار تھے۔ یہ چھ کی چھ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ۱۶۰ھ میں ان کا انتقال ہوا (تقریب صفحہ ۱۴۵ عقود الجمان میں ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں) ان کے بارہ میں شبابہ بن سوار فرماتے ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ کے بارہ میں اچھی رائے رکھتے تھے اور [illegible] سے درج ذیل شعر سنایا کرتے تھے۔

اذا ما الناس يوما قايسونا — بآبدة من الفتيا طريفه

رميناهم بمقياس مصيب — صليب من طراز ابى حنيفه

اذا سمع الفقيه به وعاه — واثبته بحبر فى صحيفه

ترجمہ:۔ جب لوگ ہم سے کسی نادر مسئلہ میں قیاس کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہم ان پر امام ابوحنیفہ کے طریقہ کا ایسا درست پختہ قیاس پھینکتے ہیں کہ جب فقیہ اس کو سنتا ہے تو اس کو یاد کرتا ہے اور روشنائی سے اس کو اپنی کاپی میں لکھ لیتا ہے۔ شیخ عبد الصمد بن عبدالوارث فرماتے ہیں کہ ہم

شعبہ بن حجاج کے پاس بیٹھے تھے کہ ان سے کہا گیا، امام ابوحنیفہؒ فوت ہوگئے تو شعبہ نے کہا کہ ان کے ساتھ کوفہ کی فقہ چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اور ان پر اپنی رحمت سے فضل فرمائیں۔ (الانتقاء، صفحہ۱۹۶)

محمد بن ابراہیم دروقی فرماتے ہیں: یحییٰ بن معین سے امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں سوال کیا گیا، اس حال میں کہ میں سن رہا تھا تو انہوں نے فرمایا ثقہ ہیں، میں نے کسی آدمی کو نہیں سنا کہ اس نے امام صاحبؒ کو ضعیف کہا ہو، یہ شعبہ بن حجاج امام ابوحنیفہؒ کو حدیث بیان کرنے کا لکھتے تھے اور ان کو حکم دیتے اور شعبہ تو شعبہ ہی ہیں۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۷) یعنی شعبہؒ جیسے عظیم نقاد جب ان سے حدیثیں لیتے تھے تو ان کی توثیق میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

(ج) امام ابوحنیفہؒ، امام حدیث سفیان ثوریؒ المتوفی ۱۶۱ھ کی نظر میں.

۷ سفیان ثوری (یہ سفیان بن سعید بن مسروق ہیں جن کی کنیت ابوعبداللہ ہے، کوفہ کے رہنے والے ہیں ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام حجۃ طبقہ سابعہ کے رئیس ہیں۔ ان کا ۱۶۱ھ میں ۶۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ یہ بھی تمام صحاح ستہ کے راوی ہیں، آپ نہایت عظیم مرتبت شخص ہیں اپنے زمانے کے بڑے درجے کے محدث تھے۔ خطیب نے لکھا ہے کہ ان کی امامت، پختگی، ضبط، حفظ، معرفت، زہد و تقویٰ پر علماء کا اتفاق ہے۔ امام صاحب کے معاصر ہیں اور آپ کے بڑے مداح ہیں۔ امام صاحب بھی ان کے قدر داں تھے۔ اور بڑی تعریف کرتے تھے آپ امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں (۱) کان واللہ شدید الاخذ للعلم ذابا عن المحارم لا یاخذ الابما صح عنہ علیہ السلام شدید المعرفۃ بالناسخ والمنسوخ وکان یطلب احادیث الثقات والاخیر من فعل النبی ﷺ یعنی بخدا امام ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بڑے مستعد اور منہیات کی روک تھام کرنے والے تھے۔ وہی حدیث لیتے تھے جو حضور اکرم ﷺ سے پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہو ناسخ و منسوخ کی پہچان میں قوی ملکہ رکھتے تھے اور قابل اعتماد حضرات کی روایات اور رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کی تحقیق وتلاش میں رہتے تھے (کردری جلد ۲ صفحہ ۱۰ الخیرات الحسان صفحہ ۳۰)

فرمایا کہ یہ مسئلہ یونہی ہے جیسے امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے اور ان سے جو امام صاحبؒ کے فتوی کے علاوہ فتویٰ دے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ سفیان ثوری مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہ کی اتباع کرنے والے تھے۔ (الانتقا صفحہ ۹۸)

(د) امام ابوحنیفہ، مغیرہ بن مقسم الضبی کی نظر میں

۸ مغیرہ بن مقسم الضبی (امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان سے روایت لی ہے۔ یہ ثقہ متقن ہیں۔ ۱۳۶ھ میں ان کا انتقال ہوا، یہ کوفہ کے رہنے والے تھے) جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ مغیرہ پوچھا کرتے تھے کہ تو امام ابوحنیفہ کے پاس کیوں نہیں جاتا؟! (یعنی ترغیب دیتے کہ ان کے پاس جانا چاہئے) (الانتقاء، صفحہ ۹۸)

(ھ) امام ابوحنیفہ، حسن بن صالحؒ کی نظر میں

۹ حسن بن صالح بن حییؒ (یہ مسلم اور صحاح اربعہ یعنی ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ امام بخاری نے ان سے ادب مفرد میں روایت نقل کی ہے۔ یہ ثقہ فقیہ عبادت گزار تھے۔ ۱۹۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی امام ابوحنیفہ سے ملاقات ثابت ہوئی ہے اور ان سے علم بھی حاصل کیا ہے) یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح کو فرماتے سنا: نعمان بن ثابت بڑے سمجھدار عالم اپنے علم میں پختہ ہیں۔ ان کے نزدیک جب حضور ﷺ کی صحیح حدیث آجائے تو وہ اس سے تجاوز کرکے اس کے علاوہ کوئی قول نہیں کرتے (الانتقاء، صفحہ ۹۹)

یہ حسن بن صالح امام ابوحنیفہ کو حدیث میں اپنے زمانہ کا عارف اور حافظ کہتے ہیں۔ تہذیب التہذیب میں صفحہ ۳۰۲ پر ہے وعن الحسن بن صالح ان ابا حنیفة کان شدید الاتباع لما کان الناس علیه حافظ لما وصل الی اهل بلده حسن بن صالح سے مروی ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جمہور کے مسلک کی پیروی میں نہایت سخت اور ان کی احادیث کے حافظ تھے۔

۱۰ سفیان بن عیینہ (یہ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ان کا نام و نسب یہ ہے سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون الہلالی۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں، آخر میں مکہ چلے گئے۔ یہ ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجت ہیں۔ ۹۱ سال کی عمر میں رجب ۱۹۸ھ میں ان کا انتقال

ہو (تقریب صفحہ ۱۲۸، یہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں) سوید بن سعید انباری فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا، فرماتے تھے کہ مجھے سب سے پہلے جس شخص نے کوفہ میں حدیث کیلئے بٹھایا وہ امام ابوحنیفہ تھے۔ انہوں نے مجھے کوفہ کی جامع مسجد میں بٹھا کر لوگوں میں اعلان کر دیا کہ یہ شخص عمرو بن دینار کی احادیث کو سب سے زیادہ یہاں بیٹھ کر بیان کرے گا، پھر میں نے لوگوں سے حدیث بیان کی۔ اسحاق بن ابی اسرائیل فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو سنا، فرماتے تھے کہ ہم ایک دن سعید بن ابی عروبہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہ کی جانب سے ایک ہدیہ آیا ہے۔ یا فرمایا کہ کچھ ہدیے میری طرف امام ابوحنیفہؒ نے بھیجے ہیں۔ کیا میں ان میں تیرا حصہ بھی مقرر کروں؟ تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی ذات سے نفع دے اور جس نے آپ کو ہدیہ دیا ہے اللہ تعالیٰ ان ہدیہ کا ان کو اچھا بدلہ عطا فرمائیں۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۹)

تمت عشرۃ کاملۃ

ان توضیحات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ کے ہم عصر تمام محدثین و فقہاء خواہ وہ آپ کے شاگرد ہوں یا اساتذہ، کوفہ والے ہوں یا مکہ مدینہ والے، ان سب کے دلوں میں امام اعظم ابوحنیفہ کی محبت ڈال دی تھی جو عنداللہ حسن قبول کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان فقہاء کے بغض سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱/ ص ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲)

علامہ ذہبی نے امام ابوحنیفہ کو حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے (شمس الدین الذہبی تذکرۃ الحفاظ ۱/ ص ۵۸، ۱۵۹) اور محدثین کی اصطلاح میں حافظ الحدیث وہ ہوتا ہے جس کو ایک لاکھ حدیث کی اسانید و متون اور احوال رواۃ پر جرح و تعدیل اور تاریخ کے اعتبار سے عبور حاصل ہو (ظفر احمد عثمانی، قواعد فی علوم الحدیث ۲۲) سفیان بن عیینہ کے نام سے علم حدیث سے تعلق رکھنے والوں میں کون ناواقف ہوگا وہ محدثین کی جماعت کا درخشاں تارا ہیں۔ امام اعظمؒ کے بارے فرماتے ہیں اول من صیرنی محدثا ابو حنیفۃ (ظفر احمد عثمانی، قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۹۲) یعنی امام ابوحنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مجھے محدث بنایا۔

(و) امام ابوحنیفہؒ، امام حدیث مسعر بن کدامؒ کی نظر میں

مسعر بن کدامؒ کی حدیث میں مہارت مسلمہ ہے، امام شعبی اور سفیان ثوری ان کو "میزان عدل" کہتے ہیں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو مسعر بن کدامؒ سے فیصلہ کراتے (محمد رضا بجنوری، مقدمہ انوار الباری ص ۳۵) یہی مسعر بن کدامؒ امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں وطلبت الحدیث مع ابی حنیفہ فغلبنا واخذنا فی الزھد فبرع علینا وطلبنا معه الفقه فجاء ماترون (عقود الجمان ص ۱۹۷ للدمشقی) ہم علم حدیث کی طلب میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ رہے تو انہیں ہم پر فوقیت حاصل رہی، زہد میں لگے تو اس میں بھی وہ فائق رہے۔ فقہ شروع کی تو اس میں ان کا مقام تو تم جانتے ہی ہو" (شمس الدین الذھبی، مناقب ابو حنیفہؒ ۲۷ بشکریہ ماہنامہ الفاروق ربیع الاول ۱۴۱۷ھ)

(ز) امام ابوحنیفہؒ، محدث شہیر یزید بن ہارونؒ المتوفی ۲۰۶ھ کی نظر میں:

موصوف اپنے زمانے کے امام کبیر محدث وثقہ تھے۔ امام اعظم، امام مالک اور سفیان ثوریؒ کے شاگرد ہیں یحیٰی بن معین علی بن مدینی وغیرہ شیوخ کے استاذ ہیں۔ تلامذہ کا شمار نہیں۔ ستر ہزار ایک وقت میں ہوتے تھے چالیس سال تک عشاء کی وضو سے صبح کی نماز ادا کی (بحوالہ انوار الباری صفحہ ۸۰ مقدمہ حصہ اول) آپ امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں۔ (۱) کتبت عن الف شیخ حملت عنهم العلم فما رأیت واللہ فیھم اشد ورعا من ابی حنیفة ولا احفظ لسانه میں نے ہزارہا شیوخ سے علم حاصل کیا۔ لیکن خدا کی قسم میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو متقی اور زبان کا سچا نہیں پایا (موفق جلد اصفحہ ۹۵)

۲) انبأ محمد بن سعدان سمعت من حضر یزید بن ھارون وعندہ یحیی بن معین و علی بن المدینی و احمد بن حنبل و زھیر بن حرب وجماعة آخرون اذجاءہ مستفت فساله عن مسئلة قال فقال یزید اذھب الی اھل العلم قال فقال ابن المدینی الیس اھل العلم و الحدیث عندک قال اھل العلم اصحاب ابی حنیفة وانتم صیادلة ۔ یعنی ایک دن یزید بن ہارون کی مجلس میں یحیٰی بن معین اور امام احمد

(کردری جلد ا صفحہ ۱۰۳)

۵) غلب على الناس بالحفظ والفقه والعلم والصيانة والديانة وشدة الورع۔
آپ نے اپنے حفظ، فقہ، علم، احتیاط، دیانت اور اعلیٰ درجے کے تقویٰ کی وجہ سے سب پر غلبہ پایا (جامع بیان العلم وفضلہ بحوالہ تقلید ائمہ صفحہ ۱۳)

٦) ليس لاحد ان يقتدي به من ابي حنيفة لانه كان اماما تقيا ورعا عالما فقيها كشف العلم لم يكشفه احد ببصر وفهم وفطنة یعنی امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی اقتداء کے قابل نہیں۔ کیونکہ وہ امام متقی، خدا ترس، عالم اور فقیہ تھے۔ علم کو اپنی بصیرت، سمجھ اور عقل سے یہ منکشف کیا کہ کسی نے نہیں کیا (خیرات الحسان صفحہ ۲۹ فصل ۱۳)
(بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۳/ ص ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹) سفیان ثوری کی جلالت شان علم حدیث میں مسلم ہے۔ امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں كنا بين ابي حنيفة كالعصافير بين يدي البازي وان ابا حنيفة سيد العلماء (قواعد فی علوم حدیث مؤلفہ مولانا ظفر احمد عثمانی ص ۹۰) ابوحنیفہ کے سامنے ہم ایسے تھے جیسے شاہین کے سامنے گنجشک، وہ تو علماء کے سردار ہیں۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں، ابو حنيفة ثقة، ابو حنيفة قابل اعتماد محدث ہیں

(الف) امام ابو یوسف فرماتے ہیں ما رأيت احدا اعلم بتفسير الحديث من ابي حنيفة میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ جو حدیث کی تشریح کو زیادہ جانتا ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳/ ۲۲۲)

(ب) علامہ صیمری امام حسن بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ناسخ و منسوخ حدیث کی خوب تحقیق کرنے والے اور اہل کوفہ کی روایات کا خوب علم رکھتے تھے۔

(ج) حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں کہ "محدثین سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے پاس کئی صندوق تھے جن میں انہوں نے اپنی احادیث مسودہ کو محفوظ رکھا تھا۔ (۱) یہ قول امام صاحب کا محدث ہونے کا بین ثبوت ہے۔ ([illegible])

تاریخ کی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کے حفظ حدیث سے متعلق بڑے حیرت انگیز واقعات مروی ہیں۔ ایک مرتبہ ایک مجلس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام اعمشؒ دونوں موجود تھے۔ کسی نے آپ سے مسئلہ پوچھا، آپ نے جواب دیدیا۔ امام اعمشؒ نے جواب سن کر فرمایا من این اخذت هذا؟ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا؟ امام نے برجستہ جواب دیا انت حدثتنا عن ابی صالح عن ابی هريرة وانت حدثتنا عن ابی ایاس عن ابن مسعود الانصاری ... کذا یعنی آپ ہی نے تو حضرت ابوھریرہؓ سے ابوصالح کے واسطے ہمیں اس طرح یہ حدیث بیان کی ہے اور آپ ہی نے حضرت ابومسعود انصاری سے ابوایاس کے طریق سے ہمیں اس طرح حدیث بیان فرمائی ہے (یعنی یہ مسئلہ آپ ہی کی بیان کردہ حدیثوں سے میں نے اخذ کیا ہے) امام اعمشؒ سن کر حیران ہوئے پھر فرمانے لگے یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت اخذت ايها الرجل بكلا الطرفين (ملا علی قاری، مناقب الامام الاعظم، ابو حنیفه اور علم حدیث ص ٥٩) تم فقہاء اطباء ہو اور ہم تو عطار ہیں (یعنی عطار کے پاس صرف دواؤں کا اسٹاک ہوتا ہے، وہ ان کی ترکیب وخواص نہیں جانتا، اطباء نسخے اثرات اور ترکیب بھی جانتے ہیں) پھر امام صاحب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا آپ نے تو فقہ وحدیث دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ ورع وتقویٰ میں سب سے اول تھے:

حافظ امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں ادركت الف رجل و كتبت عن اكثرهم ما رأيت فيهم افقه ولا اورع ولا اعلم من خمسة اولهم ابوحنيفة (مقدمہ اعلاء السنن ج٣ صفحہ٨)

عبداللہ بن مبارکؒ کا سوال:

حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے فرماتے ہیں رحلت الكوفة فسالت من علمائها فقلت لهم من اعلم الناس في بلادكم هذه قالوا كلهم الامام ابوحنيفه فقلت لهم من اعبد الناس واكثرهم اشتغالا بالعلم فقالوا كلهم الامام ابوحنيفه

اصحاب صحاح ستہ نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہیں۔

قاضی ابو یوسف بھی امام اعظم کے واسطے سے عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ مثلاً **عن ابی حنیفة عن عطاء عن ابن عمرؓ انه قال لیس فی القبلة وضوء** یہ روایت کتاب الآثار امام محمد میں بھی روایت کی گئی ہے۔

تذکرۃ الحفاظ و تہذیب التہذیب میں حضرت عطاء سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں **ادرکت مائتی صحابی** (تہذیب التہذیب ص۲۰۳) یعنی حضرت عطاء نے دو سو صحابہ کرام کو پایا ہے۔

امام اعظم کے استاذ حدیث حضرت عمرو بن دینار بھی ہیں۔ عمرو بن دینار بھی مشہور محدث ہیں حضرت سفیان بن عیینہ نے تصریح کی ہے کہ ہمارے نزدیک عمرو بن دینار سے زیادہ فقیہ اور زیادہ عالم اور زیادہ حافظ حدیث کوئی نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۰۷)

یہ جلیل القدر تابعی، محدث سب امام صاحب کے استاد حدیث ہیں۔

نیز عمرو بن دینار امام اعظم کے استاد ہیں چنانچہ کتاب الآثار میں یہ روایت موجود ہے **عن ابی حنیفة عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید انه قال اذا خیرت امرأة نفسها فقامت من مجلسها قبل ان تختار فلیس بشئ** (کتاب الآثار ص۸۱)

چہل حدیث امام ابوحنیفہ میں تحریر ہے حافظ ابن حجر مکی کی تصریح کے مطابق امام ابوحنیفہ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار ہے (الخیرات الحسان ص۲۳) اس میں تو کوئی شک نہیں کہ امام اعظم نے کئی صحابہ کی زیارت کی ہے چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں علامہ مزی نے **تہذیب الکمال** میں علامہ عسقلانی نے تہذیب التہذیب اور مغلطائی میں علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ البتہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام اعظم نے صحابہ سے روایت کی ہے، بعض حضرات انکار کرتے ہیں چنانچہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں "صاف بات یہ ہے کہ امام صاحب نے صحابہ سے ایک روایت بھی کی ہوتی تو سب سے پہلے امام صاحب کے تلامذہ اس کی شہرت دیتے لیکن ان سے ایک حرف بھی اس واقعہ کے متعلق منقول نہیں" (شبلی نعمانی سیرۃ النعمان)

نیز علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں متعدد روایات ذکر کی ہیں، جو امام اعظمؒ نے حضرت انسؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، عبداللہ بن الحارثؓ، حافظ ابن عبدالبر کی تصریح کے مطابق وہ روایت جو امام ابوحنیفہ نے عبداللہ بن حارث سے سنا ہے یہ ہے **من تفقه فی الدین کفاه الله همه ورزقه من حیث لا یحتسب** (جامع بیان العلم، سیوطی تبییض الصحیفہ مناقب ابی حنیفہ ۲۶، ۳۴) عبداللہ بن انیس، واثلہ بن اسقعؓ سے نقل کی ہیں۔ ابن کثیر کا کہنا ہے۔ **لانه ادرک الصحابة ورای انس بن مالک** امام صاحب نے صحابہ کو پایا اور حضرت انسؓ کو دیکھا (البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۰۷) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی وفات بصرہ میں ۹۳ھ میں ہوئی ہے تو اس وقت امام صاحب کی عمر ۱۳ سال تھی اور امام صاحب کا ان سے سماع حدیث بھی ثابت ہے۔ (بحوالہ چہل حدیث امام ابوحنیفہ)

حافظ ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبریؒ نے وہ تمام روایات ایک رسالہ میں جمع کی ہیں جو امام اعظمؒ نے براہ راست صحابہ کرام سے لیں، ان روایات کی سند پر اگرچہ کلام کیا گیا ہے تاہم ان میں ایک روایت کو حافظ سیوطی نے صحیح کے ہم پلہ اور حافظ مزی نے حسن کے ہم رتبہ قرار دیا ہے علامہ کوثری فرماتے ہیں **اتفق العلماء علی انه روی عن اصحاب رسول الله ﷺ لکنهم اختلفوا فی عددهم** (بدر عالم میرٹھی، ترجمان السنۃ ۱/ص ۲۲۵) یعنی حضرات صحابہ کرام سے امام اعظمؒ کی روایت کرنے پر علماء کا اتفاق ہے۔ تاہم ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔

مولانا بدر عالم میرٹھی اس سلسلہ میں قول معتدل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں متوسط قول یہ ہے کہ روایت (صحابہ کی زیارت) سے تو انکار نہ کیا جائے اور روایت کا قطعی طور پر دعویٰ نہ کیا جائے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ افراط و تفریط کا میدان ہے (بدر عالم میرٹھی، ترجمان السنۃ ۱/ص ۲۲۵)

امام اعظمؒ نے جن اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا وہ اپنے دور میں علم حدیث کے ستون سمجھے جاتے تھے۔ عامر شعبی، ابراہیم نخعی، ابو اسحاق سبیعی، قتادہ، نافع، عکرمہ، حماد بن سلیمان اور حضرت حسن بصری جیسے نابغہ روزگار شخصیات سے آپ نے حدیث میں شرف تلمذ حاصل کیا (تبییض الصحیفہ ۳۸، ۵۷)

امام اعظم کے خاص استاذ حماد بن سلیمان ہیں جو حدیث اور فقہ دونوں کے امام ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے ان سے دو ہزار حدیث روایت کی ہیں (زاھد الکوثریؒ، نصب الرایہ ۴۰)

حدیث میں امام صاحبؒ کے تلامذہ:

فتاویٰ رحیمیہ میں مولانا مفتی عبدالرحیم ارقام فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کا وسیع حلقہ ہے جن حضرات نے آپ سے باقاعدہ شرف تلمذ حاصل کیا، انکی تعداد بعض اصحاب تراجم نے تین ہزار تک ذکر کی ہیں، جن میں سو افراد وہ ہیں جو علم حدیث میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں اور مشہور محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے، **وقال بعض الائمة لم يظهر لاحد من الائمة الاسلام المشهورين مثل ما ظهر لابی حنيفة من الاصحاب والتلاميذ ولم ينتفع العلماء و جميع الناس بمثل ما انتفعوا به و باصحابه فی تفسير الاحاديث المشبهه والمسائل المستنبطه والنوازل والقضاء والاحكام** یعنی اسلام کے مشہور اماموں میں سے کسی امام کو اتنے زیادہ رفقاء و تلامذہ نصیب نہیں ہوئے جتنے امام ابوحنیفہؒ کو ملے اور علماء اور تمام لوگوں نے مشکل احادیث کی تشریح اور مستنبط مسائل کی تخریج و احکام کے سلسلہ میں جتنا ان سے اور ان کے تلامذہ سے فائدہ اٹھایا اتنا کسی اور سے منتفع نہیں ہوئے (الخیرات الحسان فقہ اهل العراق وحديثهم صفحہ ۵۷ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۲۳۵/۴) **عبداللہ بن مبارکؒ، یحیی بن سعید القطانؒ، وکیع بن الجراحؒ، مکی بن ابراهیمؒ، مسعر بن کدامؒ، فضل بن دکینؒ** اور **صاحب مصنف عبدالرزاق** جیسے ائمہ حدیث امام اعظم کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں (تبییض الصحیفہ ۲۴، ۹۴) حضرت عبداللہ بن مبارک کے متعلق خطیب بغدادی کا کہنا ہے **سمعت عبدالله بن المبارک يقول كتبت عن ابی حنيفة اربعمائة حديث تاريخ بغداد)** یعنی مشہور محدث خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے چار سو حدیثیں لکھی ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہ کے ایک شاگرد امام علی بن عاصم ہیں، امام واسطی نے ان کے متعلق کہا ہے، کہ ان کے حلقہ درس میں تیس ہزار سے زائد طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳۵۹/۴)

اسی طرح امام ابوحنیفہ سے ایک شاگرد یزید بن ہارون ہیں جو فن حدیث کے مشہور امام ہیں ان کے درس میں بھی ستر ہزار طلبہ کی حاضری ہوتی تھی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲۹۲/۲) امام عاصم ابو النبیل جن کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی ہے امام بخاری ان کے شاگرد ہیں ابوداؤد نے کہا ہے۔ ان کو ایک ہزار احادیث نوک زبان یاد تھیں۔

امام شافعی کے استاد وکیع بن الجراح نے امام صاحب سے نوسو احادیث نقل کی ہیں اس کے علاوہ اکثر اصحاب حدیث امام ابوحنیفہؒ کے بالواسطہ شاگرد ہیں، چنانچہ امام ترمذی نے کتاب العلل میں عبدالحمید رحمانی سے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا **ما رایت اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء ابن ابی رباح** میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اس سے امام ترمذی کا امام صاحب کا بالواسطہ شاگرد ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے، تاہم اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ امام صاحبؒ کے اقوال جرح وتعدیل میں بھی معتبر ہیں۔ امام نسائی نے بھی "سنن کبریٰ" میں امام صاحب کی روایت نقل کی ہے **اخبرنا علی بن حجر قال اخبرنا عیسی بن یونس عن النعمان ابن ثابت ابی حنیفة عن عاصم ابی رزین عن عبداللہ بن عباسؓ قال لیس علی من اتی بهیمة حد(ابو عبد الرحمن النسائی،السنن الکبری،أبواب التعزیرات،باب من وقع علی بهیمة ۲۲۳/۴)**

مشہور محدث ابو داؤد طیالسی نے بھی اپنی مسند میں امام اعظم سے روایت نقل کی ہے چنانچہ انہوں نے حدیث **حبک الشئ یعمی ویصم** امام اعظم کے طریق سے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن انسؓ سے روایت کی ہے۔ (خوارزمی جامع المسانید ۲۳/۱)

امام دارقطنیؒ کا تعصب کسی سے مخفی نہیں لیکن تعصب کے باوجود انہوں نے امام اعظم کے طریق سے متعدد مقامات پر احادیث روایت کی ہیں۔ چنانچہ زکوۃ الفطر میں فرماتے ہیں **حدثنا براد بن عبدالرحمن حدثنا ابو سعید الأشج حدثنا یونس بن بکیر عن ابی حنیفة قال لو انک اعطیت فی صدقة الفطر هلیلج لأجزأ (سنن دارقطنی، کتاب**

زکوۃالفطر ۲/۱۵۰، رقم الحدیث ۵۶)

اسکے علاوہ امام عبدالرزاق نے مصنف میں امام حاکم نے مستدرک میں، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، امام بیہقی نے سنن میں، امام طبرانی نے معاجم ثلاثہ میں اور امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں امام اعظم سے متعدد روایات نقل کی ہیں۔ (ظفر احمد عثمانی قواعد فی علوم الحدیث ۱۹۳)

حافظ حارثی نے متصل سند کے ساتھ امام حفص بن غیاث سے نقل کیا ہے، کہتا ہے سمعت من ابی حنیفة حدیثا کثیرا یعنی میں نے ابوحنیفہ سے بہت کثرت سے حدیث سنی ہیں (مناقب موفق صفحہ ۴۰) علامہ کردری شیخ الاسلام عبداللہ بن زید مقری کے بارے میں کہتے ہیں سمع من ابی حنیفة تسعمائة حدیثا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے نوسو حدیثوں کا سماع کیا ہے۔ (کردری ص ۲۳۱) حافظ عبد البر نے حماد بن زید کے بارے میں لکھا ہے روی حماد بن زید عن ابی حنیفة حدیثاً کثیرا یعنی حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ سے بہت زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں (الانتقاء صفحہ ۱۳۰) امام ذہبی کہتے ہیں روی عنہ من المحدثین و الفقهاء عدة لایحصون یعنی بے شمار فقہاء اور محدثین نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ (مناقب ذہبی صفحہ ۱۱) حافظ عبدالبر نے یزید بن ہارون کے حوالے سے لکھا ہے ادرکت الف رجل فکتبت عن اکثرهم امام اعظم کے ایک شاگرد ہیں ابراہیم بن طہمان اور ان کے شاگرد ہیں بخاری و مسلم و ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ امام صاحب کے ایک شاگرد ہیں عبداللہ بن یزید مقری ان کے شاگرد ہیں امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ایک شاگرد امام صاحب کے عبداللہ بن مبارک ہیں ان کے شاگرد یحییٰ بن معین ہیں ان کے شاگرد بخاری، مسلم، ابوداؤد ہیں۔

امام صاحبؒ کے مشہور شاگرد قاضی ابو یوسف ہیں ان کے شاگرد فی الحدیث امام احمد بن حنبل ہیں ان کے شاگرد امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی ہیں۔

امام اعظمؒ کے ایک شاگرد ہیں مکی ابن ابراہیم ان کے شاگرد ذہبی اور ابوکریب ہیں ابوکریب کے شاگرد امام بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ ہیں۔

امام صاحب کے شاگرد حفص بن غیاث ہیں ان کے شاگرد اسحاق بن ابراہیم ہیں ان کے

شاگرد بخاری، مسلم ابوداؤد، ترمذی ہیں۔

امام صاحبؒ کے ایک شاگرد وکیع بن الجراح ہیں ان کے شاگرد علی بن المدینی ہیں ان کے شاگرد امام بخاریؒ ہیں۔

امام صاحبؒ کے ایک شاگرد مسعر بن کدام ہیں ان کے شاگرد سفیان ثوری ہیں ان کے شاگرد صحاح ستہ امام بخاری مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ ہیں۔

امام صاحب کے ایک شاگرد سفیان بن عیینہ ہیں ان کے شاگرد شافعی، حمیدی اور بخاری ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ صحاح ستہ کے ائمہ کے استاد اور شیخ الشیوخ ہیں۔ (متفرق رسائل)

حدیث میں فقہی ترتیب پر سب سے پہلی تصنیف

علم حدیث میں ''کتاب الآثار'' امام ابوحنیفہ کی وہ تصنیف ہے جو تمام کتب متداولہ میں سب سے پہلے فقہی ابواب پر مرتب کی گئی، یہ فضیلت کسی اور کو حاصل نہ ہوسکی۔ اسی کتاب کو ماخذ بنا کر امام مالک نے مؤطا ترتیب دی چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں من مناقب ابی حنیفة التی انفرد بها انه اول من دون علم الشریعة ورتبه ابواباً ثم تابعه مالک بن انس فی ترتیب المؤطا ولم یسبق ابا حنیفة احد (تبییض الصحیفہ بمناقب ابی حنیفہ ۱۲۹) امام ابوحنیفہ کی ایک منفرد منقبت وخصوصیت یہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے علم حدیث کو مدون اور فقہی ابواب پر مرتب کیا۔ پھر امام مالک نے ''مؤطا'' میں ان کی اتباع کی لیکن امام ابوحنیفہ سے کوئی سبقت نہیں لے سکا''

صحاح ستہ کے ائمہ سب امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ ہیں:

امام مالک امام ابوحنیفہ کی کتب سے برابر استفادہ کرتے رہتے تھے، علامہ کوثری نے مشہور محدث دراوردی عبدالعزیز کا قول نقل کیا ہے کان مالک ینظر فی کتب ابی حنیفة وینتفع بها (راهد الکوثری، تعلیقات الانتقاء ۱۴) امام مالک امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔

"کتاب الآثار" چالیس ہزار احادیث سے منتخب کی گئی ہے ، چنانچہ صدر الائمہ مکی فرماتے ہیں وانتخب ابوحنیفة الآثار من اربعین الف حدیث (مناقب علی قاریؒ، بذیل الجواہر ۲/۴۷۳)

کتاب الآثار کے علاوہ علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کی اپنی کوئی اور تصنیف نہیں ہے تاہم بڑے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہ کی مرویات کو جمع کر کے "مسند امام ابی حنیفہ" کے نام سے کتابیں مرتب کی ہیں، جن میں حافظ ابن مندہ ، حافظ ابن عساکرؒ ، ابو نعیم اصفہانیؒ اور حافظ ابن عدی جیسے علم حدیث کے اساطین شامل ہیں۔ بیس (۲۰) کے قریب یہ تمام مسانید جامع مسانید الامام الاعظم کے نام سے یکجا جمع کر دی گئی ہیں۔

قبول روایت میں امام صاحب کا حزم واحتیاط:

روایت حدیث کے متعلق جس قدر احتیاط کی ضرورت ہے وہ علم حدیث سے تعلق رکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ حضرات محدثین اس سلسلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں تاکہ کوئی غلط قول یا فعل حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو۔ اور اس احتیاط میں امام اعظمؒ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ امام اعظمؒ کے تلمیذ رشید اور امام شافعیؒ کے شیخ حضرت وکیع بن الجراح جو "محدث العراق" سے مشہور ہیں، امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں لقد وجد الورع عن ابی حنیفة مالم یوجد عن غیرہ (مناقب صدر الائمہ ص ۱۹۷) یعنی امام ابوحنیفہ نے حدیث میں وہ احتیاط کی ہے جو کسی اور سے نہیں ہوئی۔ امام اعظمؒ نے صحت حدیث کیلئے جو شروط مقرر کی ہیں وہ نہایت ہی سخت ہیں، امام حاکمؒ مدخل میں قاضی ابو یوسفؒ کے حوالہ سے امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں عن ابی حنیفة انه قال لا یحل للرجل ان یروی الحدیث الا اذا سمعه من فم المحدث فیحفظه ثم یحدث به (المدخل للحاکم ۱۵) یعنی کسی شخص کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ حدیث بیان کرے تاوقتیکہ محدث سے بالمشافہ وہ حدیث سن لے اور بیان کرنے کے وقت تک وہ حدیث اس کو یاد رہے۔ خطیب بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ امام یحیی بن معینؒ سے نقل کرتے ہیں انه سئل عن الرجل یجد الحدیث بخطه لا یحفظه فقال ابو زکریا

كان ابوحنيفة يقول لا يحدث الا بما يعرف ويحفظ (عبدالرشيد النعماني، ماتمس اليه الحاجة ۱۱) یعنی یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص لکھی ہوئی حدیث پائے لیکن وہ اس کو یاد نہ ہو، تو انہوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ جب تک حدیث حفظ نہ ہو اس وقت تک حدیث بیان نہیں کی جاسکتی"

علامہ قرشی نے بھی "الجواهر المضيئة" میں امام اعظم نے شروط روایت کے سلسلہ میں یہی شرط لکھی ہے (القرشی، الجواہر المضیئہ ۳۹۰/۱) بلکہ امام شعرانی شافعی نے اس سے زیادہ سخت اور مستحکم شرط ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں وقد كان الامام ابو حنيفه يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله ﷺ قبل العمل به ان يرويه عن ذالك الصحابي جمع اتقياء عن مثلهم وهكذا (الشعراني، الميزان الكبرى ۹۳/۱) کہ امام ابوحنیفہ رسول اللہ ﷺ سے منقول حدیث پر عمل کرنے سے پہلے یہ شرط لگاتے تھے کہ اس حدیث کو اس صحابی یعنی راوی اول سے پرہیزگاروں کی ایک پوری جماعت نے ان جیسے پرہیزگاروں سے اس حدیث کو نقل کیا ہو اور اسی طرح یہ سلسلہ آخر تک پہنچتا ہو۔ علامہ سیوطی تشدید روایت کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا مذہب نقل کرتے فرماتے ہیں هذا مذهب شديد وقد استقر العمل على خلافه فلعل الرواة في الصحيحين ممن يوصف بالحفظ لا يبلغون النصف (السيوطي، تدريب الراوي ۹۳/۲) یہ ایک سخت مذہب ہے، عمل اس کے خلاف ہے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم کے راویوں کی شاید آدھی تعداد بھی حفظ والی شرط کے ساتھ متصف نہ ہوگی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ روایت حدیث کے سلسلہ میں امام اعظم کی شروط، امام بخاری اور امام مسلم کی شروط سے بھی زیادہ سخت اور کڑی ہیں۔ احادیث کے رد و قبول اور صحت کیلئے دوسرے محدثین کے مقابلہ میں امام اعظم نے بہت اونچا معیار قائم کیا تھا، اس احتیاط کی بدولت امام اعظم کی روایات وہ مقام حاصل نہ کر سکیں جو عام روایت کو حاصل نہیں۔ چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ مشہور محدث علی بن الجعد امام ابوحنیفہ کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں ابو حنيفة اذا جاء بالحديث جاء به مثل الدر (سرفراز صفدر، مقام ابي حنيفة ۱۳۴) یعنی امام

ابوحنیفہ جب بھی حدیث پیش کرتے ہیں تو وہ موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے

امام ابوحنیفہؒ کی توثیق اور صاحب تاریخ بغداد پر رد

قال الدکتور قاسم فی الرد علی صاحب هذا التاریخ ان ذم ابی حنیفة اولی بان یکون باطلاً واولی بان یکون مدسوساً فی کتب القوم بل ان مقدمة تاریخ بغداد لتنطق صراحة بان ترجمة ابی حنیفة مدسوسة فی تاریخ بغداد کما حدث بذالک الشیخ الکوثری فی تانیب الخطیب ترجمہ - صاحب تاریخ بغداد نے جو کچھ کہا ہے امام ابوحنیفہؒ کے ذم ورقدح میں وہ سب کے سب باطل منکر باتیں ہیں بلکہ تاریخ بغداد کا مقدمہ خود اس پر تصریح کرتی ہے کہ امام اعظمؒ کا ترجمہ، سیرت وسوانح تاریخ بغداد میں مدسوس ہیں (یعنی غیر معروف طریقے سے جمع کیا گیا ہے)۔

باب چہارم

امام اعظم پر جرح و اعتراضات
اور ان کے جوابات

یہ باب بھی دراصل امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت پر پیش کردہ مختلف حضرت کے مقالات برائے پہلی بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اپریل 1996ء، دوسری بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اکتوبر 1998ء کا ایک حصہ ہے جسے کتابی ترتیب میں جدید اضافے کے ساتھ بحیثیت باب چہارم مستقل عنوانات کے ساتھ شامل کیا گیا ہے

(ادارہ)

نوٹ - اس باب کے اکثر مندرجات امام ابوحنیفہ پر لکھے گئے عربی مراجع و مآخذ کے ہیں جبکہ ان عبارت کا ترجمہ و تشریح خود مرتب نے کرئے ہیں ساتھ ساتھ عربی مرجع کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ (از مرتب)

امام ابوحنیفہ پر جارحین کی جرح معتبر نہیں؟

جیسے کہ ہر دور میں ہر ایک امام کے حق میں کچھ نہ کچھ اعتراضات اور جرح کی نقل مل جاتی ہے، امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت پر بھی بعض حضرات سے جرح منقول ہے۔

پہلا اعتراض:

چنانچہ امام نسائی نے اپنی کتاب الضعفاء میں، دارقطنی نے اپنی سنن میں، اور ابن عدی وغیرہ نے امام اعظم پر جرح کی ہے اور حدیث میں انہیں ضعیف قرار دیا ہے (الذہبی میزان الاعتدال ۵۲/۴، رقم الترجمہ ۹۰۹۲) لیکن ایسے ائمہ جن کی امامت اور جلالت قدر پر جمہور اہل علم متفق ہوں، اُنکے بارے میں بعض حضرات کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، ان کی عظمت اور جلالت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے اور ان کی ثقاہت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ورنہ کسی بڑے سے بڑے محدث کی بھی عدالت اور ثقاہت ثابت نہ ہو سکے گی کیونکہ تمام بڑے بڑے ائمہ حدیث پر کسی نہ کسی کی جرح ضرور موجود ہے۔ امام شافعی پر یحیی بن معین نے، امام بخاریؒ پر امام ذہلیؒ نے، امام اوزاعیؒ پر امام احمدؒ نے، امام احمدؒ پر امام کرابیسیؒ نے اور امام مالکؒ پر ابن ابی ذئبؒ نے جرح کی ہے۔ ابن حزم نے ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ کو مجہول کہا ہے۔ خود امام نسائیؒ پر شیعہ ہونے کا الزام عائد کیا گیا ہے (التعلیق علی قواعد ۹۲، امام ابوحنیفہ اور علم حدیث ۱۰۰) اب اگر ان تمام اقوال کا اعتبار کیا جائے تو ان میں کوئی بھی ثقہ قرار نہیں جا سکتا۔

چنانچہ مشہور شافعی عالم تاج الدین سبکی اس سلسلہ میں ایک ضابطہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: الصواب عندنا ان من ثبتت امامته وعدالته وكثر مادحوه ومزكوه وندر جارحوه كانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي او غيره فانا لا نلتفت الى الجرح فيه و نعمل فيه بالعدالة والا فلو فتحنا هذا الباب او اخذنا تقديم الجرح على اطلاقه لما سلم لنا احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فيه طاعنون وهلك فيه هالكون (الطبقات الکبری للسبکی ۱۸۸/۱) یعنی ہمارے ہاں حق بات یہ ہے کہ جس شخص کی امامت وعدالت ثابت ہو اور اس کی مداح اور تعریف

کرنے والے سے زیادہ ہو۔ اور جس پر جرح کرنے والے شاذ و نادر ہی ہوں۔ تو یہاں پر یہ بات اس کی دلیل ہوگی کہ یہ جرح مذہبی تعصب یا کسی اور وجہ سے کی گئی ہے۔ تو ہم ایسے شخصیت کے بارے میں جرح پر توجہ نہیں دیں گے۔ بلکہ عدالت کو ہی معیار بنائیں گے ورنہ اگر یہ دروازہ ہم نے کھول دیا۔ یہ جرح کو علی الاطلاق ترجیح دینے لگے تو پھر ائمہ میں سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا کیونکہ کوئی بھی امام ایسا نہیں گزرا جس پر کسی نہ کسی نے طعن و تشنیع کرکے اپنے ہلاکت کا سامان مہیا نہ کیا ہو۔"

دوسرا اعتراض۔

امام اعظمؒ پر دوسرا بڑا اعتراض یہ ہے کہ حدیث کے بارے ثقہ نہ تھے۔ یہ ایک بلا دلیل اعتراض ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ پر جرح مبہم بعض علماء نے کی ہے جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں امام صاحبؒ کے بارے فرمایا۔ **ومن ثم لم یقبل جرح الجارحین فی الامام ابی حنیفة حیث جرحه بعضهم بکثرة القیاس و بعضهم بقلة معرفة العربیة وبعضهم بقلة روایة الحدیث فان هذا کله جرح بما لا یجرح به الراوی** اسلئے امام ابوحنیفہ کے بارے جارحین کی جرح مقبول نہیں ہے کہ بعض کی جرح کثرت قیاس اور بعض کی جرح قلت عربیت اور بعض نے حدیث کے کم روایت کرنے کی وجہ سے جرح کی ہے اور یہ تمام ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے راوی مجروح نہیں ہوتا۔ امام صاحبؒ کے بارے میں جرح غیر مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ جمہور علماء نے ان کے بارے ایسے توثیقی الفاظ کہے ہیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ سے امام صاحبؒ کے بارے سوال کیا گیا تو فرمایا **عدل ثقة ما ظنک بمن عدله ابن المبارک ووکیع** عادل اور ثقہ ہیں جس شخص کی عدالت ابن مبارک اور وکیع جیسے محدثین بیان کریں اس کے بارے تیرا کیا خیال ہے (مقدمہ اعلاء السنن ۲۹/۳)

جمہور محدثین اور جرح و تعدیل کے ماہرین نے امام ابوحنیفہ کی نہ صرف توثیق کی ہے بلکہ علم حدیث میں ان کی امامت کا اقرار کیا ہے۔ علم جرح و تعدیل کے سب سے پہلے امام شعبہ ابن الحجاجؒ امام اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کان و الله ثقة ثقة (الانتقاء ص ۱۲۷) بخدا امام ابوحنیفہ ثقہ تھے، ثقہ تھے۔

جرح وتعدیل کے دوسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطان امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں انہ لأعلم ھذہ الأمة بما جاء عن اللہ ورسولہ ﷺ (ابن ماجہ مترجم حدیث ۱۴۷) امام ابوحنیفہ اس امت میں قرآن وحدیث کے بڑے عالم تھے۔

جرح وتعدیل کے تیسرے بڑے امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کان ابو حنیفة ثقة حافظا لا یحدث الا بما یحفظ ماسمعت احدا یجرحه (تاریخ بغداد ۳۱۹/۱۳۰) امام ابوحنیفہ ثقہ اور حافظ تھے وہ وہی حدیث بیان فرماتے جو انہیں یاد ہوتی، میں نے کسی کو ان پر جرح کرتے نہیں سنا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں عدل فما ظنک بمن عدله ابن المبارک (مناقب کردری ۹۱/۱) امام ابوحنیفہ ثقہ عادل تھے، ابن مبارک نے جس کو عادل قرار دیا ہو اس میں کسی کو کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

تعدیل ثوری:

سفیان ثوری فرماتے ہیں کان ابو حنیفة شدید الأخذ بالعلم ذابا عن حرم اللہ ان تستحل یا خذ بما صح عندہ من الاحادیث التی کان یحملھا الثقات وبالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ وبما ادرک علیه علماء الکوفة ثم شنع علیه قوم یغفر اللہ لنا ولھم (الانتقاء ۱۴۲) امام ابوحنیفہ علم کو مضبوطی سے تھامنے والے اور اللہ کے احکام کو پامالی سے بچانے والے تھے۔ ثقہ راویوں کی ان کی روایت و پہنچے ہوں اس سے روایت لیتے ہوتیں، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل اور علماء کوفہ کے مذہب و بھی اختیار کرتے پھر بھی ان پر ایک طبقہ طعن وتشنیع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائیں۔

امام ابوحنیفہ افقہ اہل الارض تھے

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری امام ابوحنیفہ کے متعلق محمد بن منتشر کا روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عن محمد بن المنتشر الصنعانی قال کنت احلف الیھما فاذا جئت لابی

حنیفة قال لی من این قمت قلت من عند سفیان فیقول جئت من عند رجل لو کان علقمه والأسود حیین لاحتاج الیه واذا اتیت سفیان قال من این جئت قلت جئت من عند ابی حنیفة قال جئت من عند افقه اهل الارض یعنی محمد بن منتشر صنعانی فرماتے ہیں کہ میں ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ جب ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دریافت فرماتے کہاں سے آرہے ہو میں کہا کرتا سفیان کے پاس سے۔ آپ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آتے ہو کہ اگر علقمہ اور اسود بھی موجود ہوتے تو وہ ان کے محتاج ہوتے۔ اور جب سفیان کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آرہے ہو؟ میں کہتا ابو حنیفہ کے پاس سے۔ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو کہ روئے زمین پر ان جیسا کوئی فقیہ نہیں۔ (کردری جلد ۲ صفحہ ۱۱) بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۴/ ۲۲)

امام ابوحنیفہ علوم شرعیہ وادبیہ کے دریائے ناپیدکنار اور امام بے بدل تھے:

حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظم سے روایت کرنے اور ان کی توثیق کرنے والے جمہور محدثین اور فن رجال کے امام ہیں جبکہ جرح کرنے والے تعداد اور رتبہ دونوں اعتبار سے کم ہیں۔ جن حضرات نے جرح کی ہے وہ درحقیقت اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے جو امام صاحب کے بلند مقام کی وجہ سے حاسدین نے کیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر مکی شافعیؒ لکھتے ہیں احذر أن تتوهم من ذلک ان ابا حنیفة لم یکن له خبرة تامة بغیر الفقه حاش لله کان فی العلوم الشرعیة من التفسیر والحدیث والالة من العلوم الادبیة والمقاییس الحکمیة بحرا لا یجاری واماما لا یماری وقول بعض اعدائه فیه خلاف ذلک منشؤه الحسد وحبه الترفع علی الأقران ورمیهم بالزور والبهتان (الخیرات الحسان ۲۵) اس تفصیل سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ امام ابوحنیفہ کو فقہ کے سوا دوسرے علوم میں وسیع علم اور تجربہ نہیں حاشا للہ یہ ہرگز نہیں امام ابوحنیفہ تفسیر وحدیث، ادب وحکمت، غرضیکہ علوم شرعیہ وادبیہ دونوں میں دریائے ناپیدا کنار اور امام بے بدل تھے، اسکے برعکس اُنکے متعلق اُن کے مخالفین نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ حسد، معاصرانہ چشمک اور جھوٹ و بہتان کے سوا کچھ نہیں''۔

امام اعظمؒ کے حاسدین:

امام اعظم کی رفعت شان اور ان کے کمالات علمیہ وعملیہ سے ناواقف لوگوں اور حاسدین کی غوغا آرائیاں امام صاحب کے بحر قبول کے سامنے کوہ بلند نہ باندھ سکیں آج بھی چار دانگ عالم میں سیدنا امام اعظمؒ کی امامت مسلمہ ہے حاسدین کے زہریلے پروپیگنڈے سے امام صاحب کی شخصیت اور آپکے عالی مقام پر کوئی ہلکا اثر نہیں پڑ سکا البتہ اندیشہ ہے کہ امام صاحب پر طعن کرنے والے بدبخت جہلاء اپنی ہی عاقبت خراب کر بیٹھیں گے ایک مضبوط ترین پہاڑ کو توڑنے کیلیے جو شخص ٹکریں مارتا رہے وہ ظاہر ہے کہ اپنا سر ہی پھوڑے گا پہاڑ کا اس میں کیا نقصان۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ **یا ناطح الجبل العالی لکلیمة اشفق علی الرأس ولا تشفق علی الجبل** ترجمہ بلند پہاڑ کو ٹکر مارنے والے تاکہ اُسے مجروح کردے اپنے سر کی فکر کر پہاڑ کا اندیشہ نہ کر۔ (بحوالہ چہل حدیث امام ابوحنیفہ ص ۷) مؤلف حضرت مولانا عبدالستار

امام اعظمؒ کے حاسدین مبتدعین تھے:

حضرت مولانا عبدالستار اپنی کتاب "چہل حدیث امام ابوحنیفہ" حاسدین امام اعظم کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔ سیدنا امام اعظم کے ساتھ محبت رکھنا اہل سنت الجماعت کی علامت ہے۔ امام حافظ عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں **من احب ابا حنیفة فهو سنی ومن ابغضه فهو مبتدع من تمام السنة حب ابو حنیفة** ترجمہ جس نے ابوحنیفہ سے محبت کی وہ سنی ہے اور جس نے آپ سے بغض رکھا وہ بدعتی ہے اور مزید یہ فرماتے ہیں یعنی امام صاحب سے محبت رکھنا کمال سنت سے ہے

امام سعد بن حکیم فرماتے ہیں **لایقع فی ابی حنیفة الا جاهل او مبتدع ذلک بحکم یهتدی به للسری** امام ابوحنیفہ کی غیبت وہ آدمی صرف جاہل یا مبتدع ہی کر سکتا ہے۔ سیدنا امام داؤد بن نصیر طائی فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ روشن ستارے ہیں جس سے رات کے مسافر راہ پاتے ہیں۔ مؤرخ کبیر محدث جلیل عارف باللہ شیخ امام شمس الدین محمد بن یوسف صالحی شافعی نے تحقیقات کے بعد خوب فیصلہ دیا ہے **الطاعنون علیه اما حساد واما جهال بمواقع**

لا جتہاد (ص ۴۲) ترجمہ امام ابوحنیفہ پر طعن کرنیوالے یا حاسدین ہیں یا جہلاء جو موقع اجتہاد سے بے خبر ہیں۔ (چہل حدیث امام ابوحنیفہ ص ۷،۸)

حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم کے بلند رتبہ اور عظیم مقام کی وجہ سے حاسدین نے آپ کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا، یہاں تک کہ امام بخاری کے شیخ نعیم بن حماد کا امام اعظم کے ساتھ حسد کا حال یہ تھا کہ آپ کے متعلق جھوٹی روایت نقل کرتا تھا۔ حافظ ابن حجر، نعیم بن حماد کے متعلق لکھتے ہیں یروی حکایات فی ثلب ابی حنیفة کلها کذب (تہذیب التھذیب ۴۶۳) تاج الدین سبکی، علامہ سیوطی شافعی، اور علامہ ابن عبد البر مالکی نے امام ابوحنیفہؒ کے حاسدین کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر لکھا ہے

حسدوا الفتی اذلم ینالوا سعیه فالناس اعداء له وخصوم

(مکانۃ الامام ابی حنیفۃ ۲۵۸)

نوجوان کی کوشش اور رتبہ کو نہ پانے کی وجہ سے لوگوں نے اسکے ساتھ حسد کیا چنانچہ وہ لوگ اسکے دشمن اور مقابل بن گئے۔ امام اعظم کے حاسدین چونکہ بے شمار تھے اسلئے انہوں نے امام صاحب کے خلاف طرح طرح کی باتیں مشہور کر رکھی تھیں اور ان باتوں سے بہت سے ایسے اہل علم بھی متاثر ہوئے جو امام اعظم سے ذاتی طور پر واقف نہیں تھے۔ اُن اہل علم میں سے جن حضرات پر حقیقت حال کا علم ہو گیا، انہوں نے بعد میں امام صاحب کی مخالفت سے رجوع بھی کر لیا ہے۔ یہاں اس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

(اضافہ از مرتب)

امام اوزاعیؒ کا اعتراف:

امام اوزاعی نے عبد اللہ بن مبارکؒ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ کوفہ میں ابوحنیفہ نام کا یہ بدعتی کون نکلا ہے؟ عبد اللہ بن مبارکؒ نے اس وقت جواب نہیں دیا اور گھر آکر امام ابوحنیفہ کے مستنبط کئے ہوئے فقہی مسائل کا ایک چھوٹا سا مجموعہ تین دن میں تیار کیا اور شروع میں قال ابو حنیفة کی بجائے قال النعمان بن ثابت لکھ دیا اور اسے امام اوزاعی کے پاس لے گئے۔ امام اوزاعیؒ نے

مطالعہ کیا تو بہت متاثر ہوئے دریافت کیا نعمان کون ہے؟ عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ وہی ابو حنیفہ ہے جن کا آپ نے ذکر کیا تھا۔ بعد میں امام اوزاعیؒ اور امام اعظمؒ کی ملاقات ہوئی، فقہی مسائل زیر بحث آئے۔ مجلس کے اختتام پر امام اوزاعی سے امام اعظم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے **غبطت الرجل لکثرة علمه و وفور عقله استغفر الله لقد کنت فی غلط ظاهر فانه بخلاف ما بلغنی عنه** (الخیرات حسان ۳۰) اس آدمی کے کثرت علم اور کمال عقل پر مجھے رشک آیا، اللہ مجھے معاف کرے، میں تو بڑی غلط فہمی میں تھا ان کے متعلق جو باتیں مجھے پہنچیں ہیں یہ تو ان باتوں کے بالکل برعکس ہیں"

آپ ﷺ تو علماء کے سردار ہیں۔

اسی طرح مشہور محدث حضرت سفیان ثوریؒ بعض لوگوں کے اس خیال سے متاثر ہو گئے تھے کہ امام ابوحنیفہ قیاس کو نصوص پر مقدم رکھتے ہیں چنانچہ ایک دن امام سفیان ثوری، حماد بن جعفر صادق امام اعظمؒ کے پاس گئے اور مسائل پر طویل گفتگو ہوئی، یہ حضرات امام صاحب سے اتنے متاثر ہوئے کہ سب نے آخر میں آپ کے ہاتھ چومے اور کہا **انت سید العلماء فاعف عنا فیما مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم** (المیزان الکبری للشعرانی ص ۶۵ ج ۱ بحواله امام ابو حنیفه اور علم حدیث ۱۰۸) غلط فہمی کی وجہ سے آپ کے بارے میں ہم سے جو غلطی ہوئی ہے، ہم اسکی معافی چاہتے ہیں، آپ تو علماء کے سردار ہیں۔ سفیان ثوری بعد میں امام صاحب کے شاگرد بنے۔ ان کا ایک قول امام صاحب کے متعلق پہلے گزر چکا ہے۔ اسی طرح حافظ ابن عدیؒ ابتداء میں بے خبری کی بنا پر امام اعظمؒ کے مخالف تھے بعد میں امام طحاوی کے شاگرد بنے، تب امام صاحب کی جلالت قدر کا اندازہ ہوا اور انہوں نے امام اعظم کی مرویات کو مسند ابی حنیفہ کے نام سے ایک کتاب میں جمع کیا۔

وفی تبییض الصحیفة عن الحسن بن الحارث قال سمعت النضر بن شمیل یقول "کان الناس نیاماً فی الفقه حتی ایقظهم ابو حنیفة بما فتقه و بینه ولخصه /صفحه ۲۴۰) ترجمہ لوگ فقہ کے بارے میں غفلت کی نیند سوئے ہوئے

تھے۔ یہاں تک امام ابوحنیفہؒ نے ان کو قرآن احادیث سے استنباط انکے بیان و تلخیص کے ذریعے سے ان کو جگایا۔

وقال ابو داؤد رحم الله ان ابا حنيفة كان اماماً (تذكرة الحفاظ ١ / ١٦٠) ترجمہ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ تو فقہ میں امام تھے۔

قال الامام محمد بن الحسن ومن كان عالماً بالكتاب والسنة وبقول اصحاب رسول الله ﷺ وسعه ان يجتهد رأيه في ما ابتلى به (من اعلام الموقعين ١ ٢٣) قال العلامة ظفر احمد عثماني تحت هذا القول فلما ادعن المحدثون واكابرهم لفقه الامام بل لكونه افقه الناس ، و اعترفوا بكونه مجتهدا اماماً من ائمة المسلمين فقد التزموا كونه حافظا للاحاديث متقناً متثبتاً فيها (مقدمه اعلاء السنن صفحه ١٥)

ترجمہ امام محمد ابن حسن فرماتے ہیں کہ جو شخص کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر عالم ہو تو اس کو مبتلا بہ مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہے علامہ ظفر احمد عثمانی اس کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ جب محدثین اکابر کو امام کی فقہ کا یقین ہو گیا۔ بلکہ ان کو افقہ الناس یعنی سب سے بڑا فقیہ تسلیم کیا۔ اور وہ اس بات کی حقیقت تک پہنچ گئے کہ امام ابوحنیفہ ائمہ مسلمین میں سے ایک مجتہد امام ہے۔ تو انہوں نے امام صاحب کا حدیث کا حافظ ہونا مضبوط اور اس میدان میں استقامت سے کاربند ہونے کا بھی کا التزام ماننا ہوگا۔ (ترجمہ از مرتب)

وقال ابن القيم في اعلام الموقعين قال يحيى بن ادم كان النعمان جمع حديث بلده كله فنظر الى آخر ماقبض عليه النبي ﷺ اه وذكره بعض الافاضل العلم في كتابه تذكرة الامام الاعظم (ص ١٠١) ترجمہ ابن القیم نے اعلام الموقعین میں بحوالہ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ امام اعظم حضرت نعمان نے اپنے شہر کے تمام احادیث کو جمع کیا اور پھر حضور ﷺ کے سب سے آخری زمانے کے احادیث پر نظر جمائی۔ (ترجمہ از مرتب)

وفي حاشية مسند الامام الاعظم (ص ٦) لبعض فضلاء ديارنا ، ودل

قول ابن معین "وکان قدسمع من ابی حنیفة حدیثا کثیرا" علی ان ابا حنیفة لم یکن قلیل الحدیث

حاشیہ مسند امام اعظم میں ہے (کہ ابن معین کا یہ قول (وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثا کثیرا) اس پر دلالت کرتا ہے کہ امام موصوف قلیل الحدیث نہیں تھے۔

قال ابن عیینہ اول من صیرنی محدثا ابو حنیفة (صـ۱۰۳) قال العلامة ظفر احمد عثمانی تحت قول ابن عیینہ ھذا وفیہ دلیل عظیم علی جلالة ابی حنیفة فی علم الحدیث واعتماد الناس علی قولہ فی تعدیل الرجال فلم یکن محدثا فقط بل کان ممن یجعل الرجال محدثین (مقدمة اعلاء السنن/ص ۱۷)

ترجمہ: علامہ ظفر احمد عثمانی ابن عیینہ کے اس قول کے ذیل میں فرماتے کہ ابن عیینہ کا یہ قول علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کی جلالت قدر اور تعدیل رجال کے بارے میں لوگوں کا امام صاحب کے قول پر اعتماد کرنے کے بارے میں بہت بڑی دلیل ہے۔ امام صاحب نہ صرف یہ کہ علم حدیث کا تاج زیب تن کیے ہوئے تھے، بلکہ دوسروں کو بھی یہ تاج پہنانے والے تھے۔ (ترجمہ از مرتب)

(۱) قال الامام ظفر احمد عثمانی قولہ قلت فاذا احصنا من اجوبة الامام مایوافق الاحادیث والاثار صراحة بدون احتیاجہ الی الاستنباط الدقیق لتلخص لنا ما یزید علی الوف کثیرة فھذہ المسائل کلھا فی الحقیقة احادیث رسول اللہ رواھا الامام بطریق الافتاء لابطریق التحدیث (مقدمہ صفحہ ۲۰)

ترجمہ: علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں ان کے قول قلت الخ یعنی امام صاحب کے ان جوابات پر نظر ڈالتے ہیں جو حدیث و آثار صحیحہ کے ساتھ صراحتاً موافقت رکھتے ہیں اس کی تعبیر کہ امام صاحب کے باریک بینی سے ساتھ استنباط کی محتاج ہو۔ تو ہمیں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام صاحب کے وہ ہزاروں سے زائد مسائل درحقیقت احادیث نبوی ﷺ ہیں جن کو امام صاحب نے حدیث کے طریقے سے ہٹ کر افتاء کے طریقہ کے لیے بیان کیا ہے۔ (ترجمہ از مرتب)

(۳) ونقل بعض العلماء عن قاسم بن حجر قال سفیان الثوری کانا بین یدی

فہم سلیم لیا جائے تو یہ ابوحنیفہ کے حق میں بہت اچھا تاثر ہے اس لئے کہ یہ امام موصوف کیلئے بہترین خصلت اور منقبت ہے۔فان من لاعقل له لاعلم له ولن يتم امر المنقول الابالمعقول اہ اس لئے کہ جس کی عقل نہ ہو اس کا علم بھی نہیں ہوگا۔ اور منقول معقول کے بغیر تام نہیں ہوسکتا وان ارادوبه القياس الذى هواحد الحجج الاربعة فليس هذا باول قارورة كسرت فى الاسلام ولا خصوصية لابى حنيفة الامام فى القياس بشرطه المعتبر عند الاعلام، بل جميع العلماء يقيسون فى مضائق الاحوال اذا لم يجدوا فى المسألة نصاً من كتاب ولاسنة ولا اجماع ولا قضية الصحابه كماصرح به الشعرانى فى الميزان لا سيما اذاكان ارأى محمودا وهورأى افقه الأمة وابرها قلوباً واعمقهم علماً (مقدمة اعلاء السنن ص ۵۴) واقلهم تكلفاً واصلحهم قصوداً واكملهم فطرة واتمهم ادراكا، واعلاهم اذهانا الذين شاهدوالتنزيل وعرفوا التاويل وفهموا مقاصد الرسول قال العلامة ظفر قلت وابوحنيفه اكبر الآخذين بهذا النوع فان اقوال الصحابة وفتاواهم حجة عنده يترك به القياس اہ مقدمہ /۵۵) ترجمہ اور اگر مطعنین کا مقصد اس سے وہ قیاس ہے جو دلائل اربعہ میں سے ایک دلیل ہو یہ کوئی نئے پھول نہیں جو اسلام میں کھلائے گئے ہوں اور نہ ہی امام ابوحنیفہ علماء کے مقرر کردہ شرائط کے ساتھ منفرد ہے۔ بلکہ تمام علماء امت کو جب مشکل حالات میں کسی مسئلہ میں کتاب وسنت واجماع امت یا آثار صحابہ میں کوئی نص نہ ملے تو قیاس کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ جیسے کہ میزان میں امام شعرانی نے اس پر تصریح کی ہے خصوصاً جبکہ رائے محمود ہو۔ اور اس کی رائے ہو جو سب سے بڑا فقیہ ہو۔ اور سب سے زیادہ نیک دل ہو اور سب سے زیادہ گہرا علم رکھنے والا، سب سے کم تکلف والا، سب سے زیادہ بہترین عزم والا، سب سے زیادہ کامل الفطرت، سب سے اکمل سمجھ والا اور سب سے عالی ذہن والا ہے یہ وہ لوگ ہے جنہوں نے قرآن کو اترتے دیکھا۔ اسکے منشا کو سمجھا اور رسول ﷺ کے مقصد کو جانا۔ علامہ ظفر احمد عثمانی نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ ان میں سے سب سے زیادہ حظ وافر پانے والے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اقوال صحابہ اور ان

کہ قوی ایسی جہت ہے جس کی وجہ سے قیاس کو ترک کیا جائے گا۔ (ترجمہ از مرتب)

امام ابوحنیفہ کی کہانی خود اُن کی زبانی

ابو مطیع فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابوحنیفہ کی مجلس میں شریک تھا۔ اچانک سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ، جعفر صادق وغیرہ علماء داخل ہوئے تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کے ساتھ بات کی اور کہا کہ ہمیں یہ بات پہنچ چکی ہے کہ تم دین میں قیاس کو زیادہ دخل دیتے ہو، ہم تو اس سے بہت ڈرتے ہیں اس لئے کہ اول قائس ابلیس تھا۔ تو امام ابوحنیفہ نے ان کے ساتھ جمعہ کی صبح سے لے کر زوال تک بحث کی اور ان کو اپنا مذہب پیش کیا اور کہا انی اقدم العمل بكتاب الله، ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة مقدما ما اتفقوا عليه على ما اختلفوا فيه وحينئذ أقيس فقاموا كلهم وقبلوا يديه وركبتيه وقالوا له انت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضى من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله لنا ولكم اجمعين ترجمہ: میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، پھر سنت رسول ﷺ پر، پھر صحابہ کے فیصلوں پر اور ان میں بھی صحابہ کے متفق علیہ فیصلوں کو مختلف فیہ پر مقدم رکھتا ہوں اور اس کے بعد میں قیاس کرتا ہوں تو سب کھڑے ہوگئے اور امام صاحب کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ علماء کے سردار ہیں لہٰذا آپ کے بارے میں نادانی کی وجہ سے ہماری گذشتہ لغزش کو معاف فرمائیے۔ تو امام صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو معاف فرمائے۔

وروى الامام ابو جعفر الشيزاماري بسنده المتصل الى الامام انه كان يقول كذب والله وافترى علينا من يقول عنا اننا نقدم القياس على النص وهل يحتاج بعد النص الى قياس؟ كان رضي الله عنه يقول نحن لا نقيس الا عند الضرورة الشديدة، وذلك اننا ننظر اولاً فى دليل تلك المسئلة من الكتاب والسنة واقضية الصحابة فان لم نجد دليلا قسنا حينئذ مسكوتا عنه على منطوق به بجامع اتحاد بينهما (من ميزان الشعراني ص۵۳) ترجمہ: امام ابو جعفر اپنی سند متصل کے ساتھ امام صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب فرمایا کرتے تھے جو لوگ ہمارے بارے میں

یہ کہتے ہیں کہ ہم تو یہ قیاس ومقدم کرتے ہیں اور یہ شخص کی موجودگی میں قیاس کی کوئی حاجت ہے؟ (راوی کہتے ہیں کہ) امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہم صرف شدید ضرورت کے وقت قیاس کرتے ہیں جبکہ اس مسئلے میں سب سے پہلے کتاب وسنت اور صحابہ کے فیصلے پر نظر ڈالتے ہیں۔ پھر جب ہمیں کوئی بھی دلیل نہیں ملتی تو مسکوت عنہ مسئلے کو منصوص علیہ پر علت جامعہ کی بنیاد پر قیاس کرتے ہیں۔

وروی السیوطی من تاریخ بخاری عن نعیم بن عمر قال سمعت اباحنیفة یقول عجباً للناس یقولون انی افتی بالرأی ما افتی الا بالاثر (تبیض الصحیفة ص۳۸ للامام سیوطی) ترجمہ علامہ سیوطی نے تاریخ بخاری میں نعیم بن عمر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تعجب ہے لوگوں کی اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رائے کی بنیاد پر فتوی دیتا ہوں۔ میں تو صرف اور صرف صحابی کے اثر پر فتوی دیتا ہوں۔

وفی مناقب القاری عن ابی یوسف انه کان اذاوردت حادثة قال الامام وهل عندکم اثر؟ فان کان عنده أوعندنا اثر احدنا به، وان اختلف الاثار اخذبالاکثر والااخذ بالقیاس اه(ص ۴۷۳) مناقب القاری میں امام ابی یوسف سے مروی ہے۔ کہ جب کوئی حادثہ (واقعہ پیش ہوتا) تو امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ کیا تمہارے پاس کوئی اثر موجود ہے پس اگر انکے پاس یا ہمارے پاس کوئی اثر (قول صحابی) ہوتا تو اس پر عمل کرتے تھے اور اگر اثار میں اختلاف پایا جاتا تو اکثر کو معمول بہ بناتے ورنہ بصورت دیگر قیاس پر عمل فرماتے۔

وقال شیخ محی الدین فی الفتوحات المکیة لما الفت کتاب ادلة المذاهب فلم اجد قولا من اقواله أواقوال اتباعه الا وهو مستند الی اية او حدیث او اثر او الی مفهوم ذلک اوحدیث ضعیف کثرت طرقه او الی قیاس صحیح علی اصل صحیح (ص۵۲) وقال نصر بن المروزی لم ار رجلاً الزم للاثر من ابی حنیفة (کذافی جواهر المضية) امام محی الدین رشد فرماتے ہیں کہ جب میں نے کتاب ادلۃ المذاہب کی تالیف کی تو میں نے امام صاحب یا ان کے اتباع کرنے والوں

کے اقوال میں سے ایک بھی قول ایسا نہیں پایا جاتا جسکا کسی آیت، حدیث، اثر صحابی یا اس کے مفہوم یا کسی حدیث ضعیف جسکے طرق زیادہ ہوں یا کسی ایسے صحیح قیاس کی طرف مستند نہ کیا گیا ہو۔ جس کی بنیاد کسی اصل صحیح پر ہو۔ اور نظر بن المروزی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو بھی امام ابوحنیفہ سے زیادہ آثار صحابہ کو لازم پکڑتے نہیں دیکھا۔

وقال الخوارزمي في جامع المسانيد ومما شنع الخطيب وغيره على ابي حنيفة انه لايعمل بالحديث وانما يعمل بالرأى وهذا قول من لايعرف شيأ من الفقه ومن شم رائحته وانصف اعترف ان ابا حنيفة من اعلم الناس الأخبار واتباع الاثار (مقدمة اعلاء السنن ص ۲۲) ترجمہ: امام خوارزمی نے جامع المسانید میں فرمایا ہے کہ خطیب وغیرہ نے امام ابوحنیفہ پر یہ طعن تشنیع کی ہے کہ وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے اور رائے کو اختیار کرتے ہیں۔ امام خوارزمی کہتے ہیں کہ یہ اس کا قول ہو سکتا ہے کہ جس کو فقہ سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں جبکہ کوئی بھی آدمی جسکو فقہ کی ہوا لگی ہو اور انصاف سے کام لیتا ہو۔ تو وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا کہ ابوحنیفہ لوگوں میں حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں اور آثار صحابہ کے سب سے زیادہ متبع ہیں۔

(ترجمہ از مرتب)

قلت حدیث کا الزام اور اُس کا جواب:

سب سے پہلا اور بڑا الزام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو احادیث کا اتنا زیادہ علم نہ تھا اور نہ ہی ان کو احادیث یاد تھیں۔ شاید ان حضرت کا مستدل علامہ ابن خلدونؒ کا یہ قول ہے **يقال بلغت رواياته الى سبعة عشرة حديثا** کہا جاتا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ کی مرویات کی تعداد صرف سترہ (۱۷) احادیث تک پہنچی ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون)

اس قول کے معتبر نہ ہونے کی یہی وجہ کافی ہے کہ ابن خلدون نے **يقال** کے صیغہ سے اس کا ذکر کیا ہے جو کہ خود اس کے کمزور ہونے کی دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود علامہ ابن خلدونؒ علوم شرعیہ میں مہارت نہیں رکھتے تھے جیسا کہ علامہ سخاویؒ نے **الضوء اللامع في اعيان قرن**

التاسع میں لکھا ہے وان کان ماھرا فی الامور التاریخیة الا انه لم یکن ماھرا بالعلوم الشرعیة ترجمہ اگرچہ علامہ ابن خلدون تاریخی امور میں ضرور ماہر تھے لیکن شرعی امور میں ماہر نہ تھے جبکہ مورخ ہونا اور ہے محدث ہونا اور ہے (امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۳۸) جب کہ خود علامہ ابن خلدون نے امام صاحبؒ سے روایات کم ہونے کی یہ توجیہ پیش کی ہے والامام ابوحنیفة انما قلت روایته لما شدد فی شروط الروایة والتحمل وضعف روایة الحدیث الیقینی اذا عارضها الفعل النفسی وقلت من اجلها روایته لا لانه ترک روایة الحدیث متعمدا فحاشاه من ذلک ویدل علی انه من کبار المجتهدین فی علم الحدیث امام صاحب کی روایات اس وجہ سے کم ہیں کہ انہوں نے روایت اور اس کی تحمل میں بڑی سخت شرائط عائد کی ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث یقینی کی روایت جب کہ اس کے مقابے میں حدیث نفسی واقع ہو ضعیف ہو جاتی ہے اس وجہ سے انکی روایات درحدیث میں کمی واقع ہوئی ہے نہ اس وجہ سے کہ انہوں نے جان بوجھ کر روایت حدیث کو ترک کر دیا تھا ان کی ذات اس قسم کی فعل سے بلند و بالا ہے اور یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام صاحب علم حدیث کے بہت بڑے مجتہدین میں سے تھے۔ اس کے علاوہ قلیل الحدیث ہونا خود کوئی عیب نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے ۱۴۲ حضرت عمر فاروقؓ سے ۱۳۹ حضرت عثمانؓ سے ۱۴۶ حضرت علیؓ سے ۵۸۶ اور حضرت عبداللہ مسعودؓ سے ۱۸۴۸ احادیث منقول ہیں (خلاصة تہذیب الکمال ۲۰۶) یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارا اور جن کے علم وفقہ پر سب کا اتفاق ہے۔ لیکن ان سے مروی احادیث کی تعداد کم ہے۔ لیکن شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک ان حضرات سے احادیث بڑی کثرت سے موجود ہیں۔ کیونکہ جو احادیث بظاہر موقوف ہوئی ہیں۔ وہ بھی حقیقتاً وحکماً مرفوع ہیں اور ان حضرات سے جو احادیث باب فقہ، باب احسان اور باب حکمت میں جس قدر ارشادات مروی ہیں وہ بہت سے وجوہ سے مرفوع کے حکم میں ہیں لہذا ان حضرات کو مکثرین کے حکم میں داخل کرنا زیادہ موزون ہیں (ازالة الخفاء ص ۲۴۳)

تاہم امام اعظم کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ قلیل الحدیث تھے ایک ایسا الزام ہے جسکی کوئی

حقیقت نہیں، حسن بن زیادؒ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کان ابو حنیفة یروی اربعة آلاف حدیث الفین لحماد والفین لسائر المشیخة (مناقب موفق ۹۶/۱) امام ابو حنیفہؒ چار ہزار حدیث روایت کرتے تھے جن میں دو ہزار حماد کی اور دو ہزار باقی دوسرے مشائخ کی ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ سے مروی اصل روایات کی تعداد بھی چار ہزار سے کچھ اوپر ہے چنانچہ علامہ امیر یمانی فرماتے ہیں ان جملة الأحادیث المسندة عن النبی ﷺ یعنی الصحیحة بلاتکرار أربعة الاف واربعمائة حدیث (توضیح الافکار ۶۳) نبی کریم ﷺ سے مروی صحیح احادیث کی تعداد بغیر تکرار کے چار ہزار چار سو ہے۔

شیخ الاسلام ابن عبداللہ المکی فرماتے ہیں وروی حماد بن زید عن ابی حنیفة احادیث کثیرة حماد بن زید نے امام ابو حنیفہ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں کثیرہ کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے کہ امام صاحب کے پاس کافی حدیث کا ذخیرہ تھا۔

بلکہ ملا علی قاری نے محمد بن سماعہؒ سے نقل کیا ہے ان الامام ذکر فی تصانیفه بضعا وسبعین الف حدیث (مناقب ملا علی القاری بذیل الجواہر ۴۷۴) یعنی امام صاحب کی تصانیف میں ستر ہزار احادیث ملتی ہیں۔ بظاہر امام صاحب کی تصانیف میں اتنی احادیث نظر نہیں آتیں لیکن اگر متقدمین کا طریقہ کار ذہن میں ہو تو اس بات کی صداقت واضح ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ متقدمین بعض اوقات حدیث کو احتیاط کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے خود اپنا قول قرار دے کر فقہی مسئلہ کے طور پر بیان کرتے ہیں اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو امام ابو حنیفہ کی مرویات کا ستر ہزار تک پہنچ جانا کوئی مستبعد نہیں، امام محمدؒ نے ایسے بیشمار مسائل امام ابو حنیفہ سے نقل کئے ہیں جو براہ راست حدیث سے منقول ہیں۔ اور امام صاحب روایات حدیث کے بجائے چونکہ استنباط احکام میں لگ گئے تھے اسلئے ان کی بہت سی روایات، حدیث کی حیثیت میں باقی نہ رہ سکیں بلکہ فقہی مسائل کے طور پر باقی رہیں۔ چنانچہ شافعی عالم حافظ محمد یوسف صالح فرماتے ہیں وانما قلت الروایة عنه وان کان متسع الحفظ لاشتغاله بالاستنباط وکذلک لم یرو عن مالک والشافعی الا القلیل بالنسبة الی ما سمعاه وکان ابو حنیفة من

کبار حفاظ الحدیث واعیانهم ولو لا کثرة اعتنائه بالحدیث ما تهیأله استنباط مسائل الفقه (عقود الجمان باب ۲۳ بحوالہ تانیب الخطیب صفحہ ۱۵۱) حدیث میں وسعت حفظ کے باوجود امام ابوحنیفہ سے روایت کی تعداد کم ہے۔ اس سبب سے کہ آپ استنباط مسائل میں لگ گئے تھے، اسی طرح امام مالک اور امام شافعی سے بھی ان کے اساتذہ حدیث سے متعدد میں روایت کی تعداد کم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ حدیث کے بڑے حفاظ اور کبار رجال میں سے تھے۔ اگر حدیث کے ساتھ انہیں زیادہ شغف نہ ہوتا تو فقہی مسائل کا استنباط ان کیلئے ممکن نہ ہوتا۔

امام ابوحنیفہؒ عمر میں سب سے بڑے تھے

نیز جس روز امام ابوحنیفہ کی وفات ہوئی اس روز امام شافعی پیدا ہوئے اور امام شافعی کی وفات کے وقت امام بخاری کی عمر دس سال تھی اور ابوداؤد چھ سال کے تھے اور مسلم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

مندرجہ ذیل نقشہ کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ امام صاحب نبی کریم ﷺ کے دور مبارک سے سب سے زیادہ قریب تر تھے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ تو امام ابوحنیفہ امام مالکؒ سے عمر میں ۱۵ سال بڑے ہوئے۔ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب امام شافعیؒ سے عمر میں ۷۰ سال بڑے ہوئے۔ اس لئے امام شافعیؒ کی طرف، امام ابوحنیفہؒ پر تنقیص کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اس لئے کہ امام شافعی نے امام ابوحنیفہؒ کو بالکل پایا ہی نہیں اور اگر بالفرض ان کے ادراک زمانہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو امام شافعی خود امام اعظمؒ کی عظمت شان، جلالت قدر کے معترف ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں تبحر ہوگا اور نہ فقیہ بنے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ تمام فقہاء کے مربی اور مورث اعلیٰ ہیں (تذکرۃ الحفاظ حدائق صفحہ ۷۷) اس طرح ان اقوال کا بھی کوئی اعتبار نہیں جو امام احمدؒ کی طرف منسوب تنقیص ابوحنیفہ کے حق میں نقل کئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ امام احمدؒ ابوحنیفہ کی وفات کے بعد ۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے تو امام اعظمؒ عمر میں ان سے ۸۴ سال بڑے ہوئے۔ اس کے باوجود امام احمد امام اعظم کی

توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ علم، تقویٰ، زہد اور اختیار آخرت میں اس درجہ پر تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا (شامی و خیرات الحسان)

امام بخاری علیہ الرحمۃ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب عمر میں امام بخاریؒ سے ۱۱۴ سال بڑے ہوئے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب عمر میں ان سے ۱۲۲ سال بڑے ہیں امام نسائی رحمہ اللہ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب ان سے ۱۳۵ سال بڑے ہوئے۔ امام ترمذی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب ان سے ۱۲۹ سال بڑے ہوئے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب ان سے ۱۲۹ سال بڑے ہوئے

الغرض حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تمام ائمہ مجتہدین اور ائمہ محدثین اصحاب ستہ سے عمر میں سب سے بڑے ہیں اور زمانہ نبوتؐ سے سب سے زیادہ قریب ہیں حتیٰ کہ خود صحابہ کرام سے بھی حدیث کا سماع کیا ہے۔ واضح ہو کہ بلکہم عدول اس لئے ان کو احادیث کی چھان بین یا تدوین جرح و تعدیل کی ضرورت نہ ہوئی وہ قوانین اسلام کو مدون کرنے اور مسائل فقہ کے جتھوں میں لگ گئے۔ آخر ان کا یہ مکمل فقہ اسلامی اور اس کا پھیلاؤ جو انہوں نے اصول مقرر کر کے مدون کیا ہے۔ کیا یہ شاہد نہیں ہے کہ ان کو قرآن و حدیث پر کتنا عبور تھا۔ یہ فقہ حنفی ان کے محدث ہونے پر پورا شاہد عدل ہے جو لوگ ان پر طعن و تشنیع کو روا رکھتے ہیں ذرا سوچیں ان کے سامنے اپنی استعداد پر نگاہ کرے ان کے اس احسان عظیم کو جو امت پر کیا ہے دل سے ان کا شکریہ ادا کریں، احسان اور اطمینان سے عمل کریں۔

(بشکریہ ماہنامہ بینات)

چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب:

ملا علی قاریؒ امام محمد بن سماعہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ان **الامام ذکر فی تصانیفہ بیفا و سبعین الف حدیث و انتخب الاثار من اربعین الف حدیث** (مناقب القاری بذیل الجواہر ص ۴۷۳ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۱۴) کہ امام اعظمؒ نے ستر ہزار سے زائد

روایت ذکر کی ہیں۔ اور چالیس ہزار احادیث میں سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا۔ امام صدر الائمہ مکی فرماتے ہیں وانتخب ابو حنیفة الآثار من اربعین الف حدیث (مناقب موفق ص ۹۵ بحوالہ مقام ص ۱۱۴، مسانید امام ابی حنیفہ ص ۴۴) یاد رہے کہ محدثین عظام کی یہ اصطلاح ہے کہ سند کے بدلنے اور اسی طرح سند کے کسی راوی کے بدلنے سے حدیث کی گنتی اور تعداد بدل جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام کے دور میں احادیث کی تعداد کم تھی کیونکہ سند مختصر تھی اور ائمہ حدیث کے زمانے میں احادیث کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگئی کیونکہ جوں جوں سند بڑھتی گئی اور راوی بڑھتے گئے تو احادیث کی تعداد بھی بڑھتی گئی نہ یہ کہ متون حدیث بڑھ گئے۔ محدثین کی اس اصطلاح کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو سخت ٹھوکر لگی ہے اور انہوں نے محدثین عظام کو بلاوجہ مورد طعن ٹھہرایا۔ دیگر محدثین کی طرح جہاں کہیں امام صاحب کی طرف حدیثوں کی نسبت ہوتی ہے تو اس سے بظاہر یہی متون حدیث مراد ہیں اور جہاں چالیس ہزار ستر ہزار کا ذکر آتا ہے تو وہاں اسانید اور طرق متعددہ سے مروی احادیث مراد ہیں۔

خطیب بغدادی یحیی بن معین کی سند سے روایت کرتے ہیں **کان ابو حنیفة لا یحدث بالحدیث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ** ترجمہ. امام ابوحنیفہ صرف ان احادیث کو بیان فرماتے جو ان کو زبانی یاد ہوتیں۔ اور جو انہیں یاد نہ ہوتی اُسے بیان نہ کرتے تھے۔ (مکانۃ ص ۱۹۲)

امام صاحبؒ کی جلالت علیا تک متعصبین کے نہ پہنچنے والے پتھر:

علامہ دکتور احمد قاسم اپنی کتاب "مکانۃ الامام ابوحنیفہ" میں ارقام فرماتے ہیں۔

قال النسائی فی الضعفاء ابو حنیفة النعمان بن ثابت لیس بالقوی فی الحدیث (الضعفاء والمتروکین ص ۳۳۳) ولکن کلام النسائی هذا لا یعتبر جرحاً لان هذا الجرح لیس بمفید واذا تعارض الجرح الذی لم یفسر مع التعدیل المفسر وکان المعدل عارف بما قیل فلاشک اننا نقدم التعدیل علی التجریح دون تردد:

ترجمہ: یعنی امام نسائی کا یہ کلام مبہم جرح ہے معتبر نہیں کیونکہ یہ جرح مفید نہیں اور جب غیر واضح اور غیر مفسر کلام جارح کا ایسی تعدیل کے ساتھ تعارض کر جائے جس کا معدل عارف بھی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بہتر اس تعدیل کو ترجیح دیں گے اور مقدم رکھیں گے۔

(ترجمہ از مرتب)

(۱) ابن حبان اپنی کتاب (المجروحین میں ابوحنیفہ کی شان میں رقم فرماتے ہیں) كان رجلا جدلا ظاهر الورع لم يكن الحديث صناعته حدث بمائة وثلاثين حديث مسانيد ما له حديث في الدنيا غيرها اخطأ منها في مائة وعشرين حديثا اما ان يكون اقلب اسناده اوغير متنه من حيث لا يعلم فلما غلب خطاؤه على صوابه استحق ترك الاحتجاج في اخباره (المجروحين ۳/ ٦١) والجواب من كلام ابن حبان ان قوله لم يكن الحديث صناعته فهذا خلاف ما هو المتعارف عليه عند الائمة ان الفقيه لايكون فقيها الا اذا اخذ الكتاب والسنة وتفقه فيهما وعلم اصول ذلك تماماً والا فلايصلح ان يكون فقيهاً وكيف يسلم الناس له بالفقه وهو لايعرف صناعة الحديث وكيف يقول الشافعي الناس في الفقه عيال ابي حنيفة وابو حنيفة لاعلم له بالحديث هذا كلام متناقض مرفوض جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی فقاہت تمام ائمہ کے نزدیک مسلم ہے اس کیلئے جم غفیر من المحدثین شہادت دیتے ہیں کہ حدیث میں اس نے اپنا لوہا منوایا۔ ورنہ پھر یہ فقاہت کہاں سے؟ دوسرے یہ کہ جرح بھی غیر مفسر ہے جو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں

وبالغرض ان ابن حبان لاتقوم له حجة مطلقة في كل ماذكره من جرح ابي حنيفة والصاق التهم الخطيرة به ونسبة الطامات اليه بل انا نرى اباحنيفة بطل شامخ الراس لاتناله حجارة المتعصبين ولا يؤثر فيه افك الافاكين المتحللين (مكانة ص ۲۴۳)

(۲) جرح ابن عدي وقال عمرو بن علي ابو حنيفة صاحب الرأي

نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام جعفر نے فرمایا نماز۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں تیرے نانا کے دین کو بدل ڈالتا تو رائے اور قیاس کے تقاضے کے مطابق یہ تھا کہ حائضہ عورت روزہ کے بجائے نماز کی قضا کرے اور اس آخر ملاقات تک یہ سوال وجواب ہوتا رہا۔

کان ابو حنیفة ثقة صدوقا فی الفقه والحدیث قامونا علی دین الله (مکانۃ ۱۹۲ تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۰) یحیی بن معین فرماتے ہیں **هو ثقة ما سمعت احدا ضعفه** (مکانۃ ص ۱۹۳) ترجمہ: خطیب بغدادی یحیٰی بن معین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فقہ و حدیث میں بہت سچے تھے۔ اللہ کے دین پر بہت زیادہ قائم رہنے والے تھے ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں میں نے کسی کو اس کی تضعیف کرتے نہیں سنا۔ (ترجمہ از مرتب)

کان ابو حنیفة افقه اهل الأرض کان نعم الرجل النعمان ماکان احفظ لکل حدیث فیه فقه و أشد فحصه عنه و اعلم بما فیه من الفقه (مکانۃ ص ۱۹۵) ترجمہ امام ابوحنیفہ کتنے ہی اچھے آدمی تھے اس کے ان حدیثوں کو یاد کر لینے کو کیا کہیے جس میں فقاہت ہو اور اس کے بارے میں اس کی تلاش وجستجو بہت زیادہ تھی۔ اور وہ ان احادیث کیلئے جس میں فقاہت ہوتی ہے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام حدیث اسرائیل بن یونس کی رائے گرامی:

فهو رجل فقیه لا یبحث إلا عن الحدیث الفقهی لأنه رجل متخصص فقد کان یاخذ الحدیث ویضبط بقیده ویسأل عن طرقه کما توحی بذلک کلمة وأشد فحصه فاذاما وجده صحیحا وهؤلاء یجهل الرجال ولا یخفی علیه حالهم ترجمہ وہ فقہی آدمی ہیں فقہی حدیث سے ہی بحث کرتے ہیں اسلئے کہ وہ متخصص آدمی ہیں جب حدیث سنتے تھے تو اُسے ضبط کر لیتے تھے پھر اس کے طرق (سند) کے متعلق پوچھتے اور تحقیق کرتے۔ وہ انکو راویوں کے حالات بھی معلوم تھے ان کے حالات ان پر مخفی نہ تھے۔

(ترجمہ از مرتب)

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن داؤد الخریبی فرماتے ہیں **ینبغی للناس أن یدعوا فی**

صلاتهم لأبي حنيفة لحفظه الفقه والسنن عليهم (مکانۃص۱۹۶) ترجمہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہ کیلئے دعا کریں کیونکہ اس نے ان کیلئے فقہ اور حدیث کو محفوظ کیا ہے۔ امام اعظم کی موجودگی میں ایک مرتبہ امام اعمش سے کسی نے ایک مسئلے کے متعلق پوچھا تو امام اعمش جواب نہ دے سکے امام صاحب نے اس مسئلہ کا جواب دیا امام اعمش نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ کو یہ مسئلہ کہاں سے معلوم ہوا؟ امام صاحب نے فرمایا کہ فلاں دن میں نے فلاں سے جو حدیث سنی تھی اس سے مستنبط کیا بہت سی احادیث ذکر کر دی امام اعمش نے امام صاحب کو کہا یا ابا حنیفة ما حدثناك به شهور احدثتنا به في ساعته (مکانۃص۱۹۷) ترجمہ اے ابوحنیفہ جو احادیث ہم نے آپ کو مہینوں میں سنائیں وہ آپ نے ہمیں ایک ساعت میں سنائی۔

(ترجمہ از مرتب)

اور امام شعبیؒ ہی نے ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا معشر الفقهاء انتم الأطباء ونحن الصيادلة (مکانۃص۱۹۷) اور یہی جملہ سفیان بن عیینہ نے بھی ایک موقعہ پر فرمایا تھا یعنی اے فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم تو صرف شکاری ہیں۔ اور جب ان سے مسئلہ پوچھا جاتا تھا اور ان کے ذہن میں اس کا جواب نہ ہوتا تو فرماتے کہ ابوحنیفہ سے پوچھو کیونکہ "بورك في علمه" اس کے علم میں برکت عطا کی گئی ہے۔ تو بڑے حضرات کا امام اعظمؒ کی شخصیت کا اعتراف کرنا امام اعظمؒ کے اس علمی مقام کی کافی و وافی دلیل ہے۔

امام یوسف امام صاحب کے منصب علم حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ما رأيت أعلم بتفسير الحديث من ابي حنيفة وكان أبصر بالحديث مني الخیرات الحسان میں ہے کہ امام ابی یوسف فرمایا کرتے تھے ما رايت احدا اعلم بتفسير الحديث من ابي حنيفة وكنا نختلف في المسئلة فناتي ابا حنيفة فكان نخرجها من كمه فيدفعه الينا۔ اور ایک دوسرے موقع پر علم کے سوال کے جواب میں فرمایا قلت لابي يوسف اجتمع الناس على انه لا يتقدمك احد في المعرفة والفقه فقال مامعرفتي عند

معرفة ابی حنیفه الا کنهر صغیر عند نهر الفرات عصام بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے ابو یوسفؒ سے کہا کہ علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث وفقہ میں کوئی عالم نہیں تو فرمایا میرا علم امام اعظمؒ کے علم کے مقابلے میں بہت کم ہی ہے آپ سمجھئے جیسے دریائے فرات کے پاس ایک چھوٹی سی نہر (موفق جلد۲ صفحہ۴۳)۔ (ترجمہ از مرتب)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے امام اعظمؒ کے متعلق حسب ذیل اشعار میں آپ کے مقام حدیث کو بیان فرمایا ہے۔

روی آثاره و أجاب فيها كطيران الصقور من المنيفة

ولم يک بالعراق نظيره ولا بالمشرقين ولا بكوفه

کہ آپ نے آثار کو روایت کرنے میں ایسی بلند پروازیں دکھائی ہیں جیسے کہ پرندے بلند مقام پر پرواز کرتے ہیں ممالک مشرقیہ، کوفہ اور عراق میں تو آپ کی نظیر نہیں (مقام حنفیت ص۱۷)

امام بخاری نے اپنے رسالہ رفع یدین میں بیان فرمایا ہے کہ ابن مبارک اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے امام ابوحنیفہ کی تعدیل میں فرماتے ہیں وذكر الامام النسفی باسناده عن احمد بن محمد البغدادی قال سالت يحيى بن معين عنه فقال عدل ثقة ماظنک من عدله ابن المبارک و وكيع (مناقب الامام اعظم کردری جلد۱ ص۹۱)

و عن يحيى بن معين قال كان وكيع جيدالرأی فيه (ای فی ابی حنيفة) و يصافيه عن ابن المبارک قال غلب علی الناس بالحفظ والفقه والعلم والصيانة والديانة و شدة الورع (مناقب الامام اعظم کردری حوالہ بالا)

امام یحییٰ بن معینؒ کا ارشاد:

یحییٰ بن معینؒ سے امام صاحب کی ثقاهت فی الحدیث کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا نعم ثقة ثقة وكان يحيى والله ارفع من ان يكذب وهو اجل قدرا من ذلک چنانچہ موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں كان ابو حنيفة ثقة صدوقا فی الفقه والحديث مامونا علی دين الله (مكانة ص ۱۹۲)

وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ و اصحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال ابل من ذالک یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ ہمارے آدمی امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں زیادتی سے کام لیتے ہیں ان میں سے کسی نے کہا کہ کیا وہ جھوٹ بولتے تھے فرمایا وہ اس سے بالاتر تھے۔ (ترجمہ از مرتب)

اور عمدۃ القاری ص ۲۹ جلد ۳ اور نہایہ شرح ہدایہ میں ہے سئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ ما سمعت احدا ضعفہ

الدکتور محمد قاسم عبدہ الحارثی نے بڑی اچھی بات لکھی ہے فرماتے ہیں لأنہ ما المقصود من حفظ السنن ھل المقصود ان نحفظھا ونضبطھا ثم نترکھا فی بطون الکتب ؟ ان المطلوب تدبرھا و لغوص فی معانیھا کلا بل المقصود التدبر والتفقہ وھو المقصود من تبلیغ السنۃ وحدیث رسول اللہ ﷺ بدلیل قولہ ﷺ نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاھا فاداھا کما سمعھا وفی روایۃ فرب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ وھکذا کان ابوحنیفۃؒ یبحث عن الفقہ فی الحدیث الذی ھو المصدر الثانی للفقہ وھل یصدر الفقہ الا عن ھذین الاصلین (مکانۃ صـ۱۹۶، ۱۹۷) ترجمہ احادیث کو یاد کرنے کا کیا مقصد ہے کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس کو یاد کرلیں اور پھر ان کو کتابوں کے سفینوں میں چھوڑ دیں احادیث کا مقصد یہ ہے کہ ان میں تدبر کرنا اور ان کے معانی میں غور وخوض کرنا بلکہ مقصود حدیث میں تدبر کرنا اور اس میں تفقہ حاصل کرنا ہے اور حدیث وسنت رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کا مقصد وحید بھی یہی ہے اور اسی دلیل کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ سرسبز وشاداب ہو وہ شخص جس نے میری بات سنی پھر محفوظ کی اور من وعن پھر دوسروں تک پہنچائے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ بعض دفعہ سامع پہنچانے والے سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے اور آگے راوی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فقہ کے بارے میں حدیث سے بحث کرتے تھے جو کہ فقہ کا دوسرا ماخذ ہے اور فقہ بغیر قرآن وسنت کے کسی اور جگہ سے مستنبط نہیں ہوتا۔

(ترجمہ از مرتب)

کیا امام ابوحنیفہؒ فقہی قیاس کو حدیث پر مقدم سمجھتے تھے؟

امام صاحب کی نسبت قیاس کو حدیث پر مقدم رکھنے کا تمام شور و غل بے اصل ہے امام صاحب کے مخالف اور ظاہر بین کہتے ہیں کہ آپ اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے جو قیاس کے مخالف ہو۔ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں۔ یہ محض بدگمانی اور امام صاحب پر اتہام ہے یا ان کے اقوال کی غلط تعبیر ہے۔ جس سے ان کا دامن پاک ہے اس بدگمانی کا جواب خود امام صاحب کی زبان سے سنیئے۔

۱) خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں۔ **اخذ بکتاب الله فمالم احد فسنة رسول الله فان لم اجد في كتاب الله ولا سنة رسول الله ﷺ اخذت بقول اصحابه ثم بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم فاما اذا انتهى الأمر اوجاء الى ابراهيم والشعبي وابن سيرين والحسن وعطاء وسعيد بن المسيب وعدد رجالاً فقوم احتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا** (تاریخ بغداد ج ۳۶۸/۱۳ وحیات ابن القیم ۱۰۶) ترجمہ کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے دلیل لیتا ہوں پھر جب اس میں نہیں پاتا تو سنت رسول سے دلیل پکڑتا ہوں۔ پھر جب کتاب اللہ میں کوئی چیز نہیں پاتا اور نہ ہی سنت رسول میں پاتا ہوں تو صحابہ کے قول پر عمل کرتا ہوں پھر صحابہ میں جب اختلاف ہو تو جس کا قول چاہتا ہوں لیتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑتا ہوں۔ تاہم صحابہ سے کسی اور کے قول کی طرف نہیں جاتا پھر جب یہاں پر بات رک جائے ابراہیم شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء، سعید بن المسیب اور دوسرے لوگوں تک معاملہ پہنچ جاتا ہے تو اس جماعت قوم نے اجتہاد کیا پس جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔ (ترجمہ از مرتب)

۲) امام شعرانیؒ میزان کبریٰ میں شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی فتوحات مکیہ سے نقل کرتے ہیں قولہ **وقد روى الشيخ محي الدين في الفتوحات المكية بسنده الى الامام ابي حنيفة انه كان يقول اياكم والقول في دين الله تعالى بالرأى وعليكم باتباع السنة فمن خرج عنها ضل** (میزان کبریٰ ج ۱/ ص ۵۰) فتوحات مکیہ میں شیخ محی

لدینؒ نے مسلسل امام ابوحنیفہ تک اپنی سند بیان کرنے کے بعد ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں محض رائے کی بنیاد پر حکم کرنے سے بچو اور اپنے اوپر سنت کی پیروی لازم کرلو۔ اس لئے کہ جو اس سے خارج ہوگیا۔ وہ گمراہ ہوا۔

۳) امام اعظمؒ نے فرمایا میرے قول کو حدیث شریف اور قول صحابہ کے سامنے رد کردو اور جو حدیث سے ثابت ہے وہی میرا مسلک ہے (مظہری ج ۲ / ص ۶۴)

۴) علامہ عینی عمدۃ القاری میں ارقام فرماتے ہیں (ان ابا حنیفة قال لا اتبع الرأی والقیاس الا اذالم اظفر بشیء من الکتاب او السنة او الصحابة رضی اللّٰہ عنهم (عمدة القاری ج ۳ / ۲۱۷) ترجمہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا میں رائے و قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اس وقت جبکہ مجھے قرآن یا حدیث یا اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کچھ نہ ملے۔

۵) وقال ابن حزم جمیع اصحاب ابی حنیفة مجمعون علی ان ضعیف الحدیث اولی عنده من القیاس و ذاک مذهبه (الخیرات الحسان ص ۲۷)
ترجمہ علامہ ابن حزم کا ارشاد ہے کہ امام اعظمؒ کے تمام اصحاب اس پر متفق ہیں کہ ضعیف حدیث امام صاحب کے ہاں قیاس سے بہتر ہے۔ اور یہی اس کا مذہب ہے۔

۶) علامہ ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں و قال ابو حنیفة عجباً للناس یقولون افتی بالرای ما افتی الابالاخر (الخیرات الحسان ص ۲۷) ترجمہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتویٰ دیتا ہوں۔ حالانکہ میں تو آخری زمانے کی حدیث ہی سے فتویٰ دیتا ہوں۔ (حیات امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۵۰ / ۱۵۱)

۷) عبداللہ بن مبارک امام زفر سے نقل کرتے ہیں۔ سمعت زفر یقول نحن لا ناخذ بالرأی مادام اثر واذاجاء الأثرترکنا الرأی (مناقب ابی حنیفة لملاعلی القاری بذیل الجواهر ص ۵۳۴ ج ۳) ترجمہ میں نے امام زفرؒ سے سنا کہ جب تک کوئی حدیث موجود ہوتی ہے ہم رائے پر عمل نہیں کرتے اور جب کوئی اثر مل جاتا تو ہم اپنے رائے ترک کردیتے ہیں۔

(ترجمہ از مرتب)

۸) امام طحاوی حنفی المتوفی ۳۲۱ھ سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ کسی مسئلہ میں ایک شخص سے بحث کررہے تھے اثناء گفتگو میں خاموش ہوا فسکت ابوحنیفة فقال بعض اصحابه الاتجیبه یا اباحنیفة فقال بما اجیبه وهو یحدثنی بهذا عن رسول الله ﷺ (شرح عقیدۃ الطحاویہ ۲۸۱) امام ابوحنیفہ خاموش ہوگئے ان کے بعض اصحاب نے کہا اے ابوحنیفہ آپ اس کو کیوں جواب نہیں دیتے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ تو مجھ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کررہا ہے۔ میں اس کو کیا جواب دوں۔

(ترجمہ از مرتب)

فائدہ :۔ اس واقعہ کو مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی نقل کرتے ہیں اور آگے لکھتے ہیں کہ امام طحاوی کے اس حوالے سے صاف معلوم ہوگیا۔ کہ حضرت ابوحنیفہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی کتنی تعظیم کرتے تھے، اس کے سامنے کس طرح گردن جھکا دیتے ہیں۔ (حیات امام اعظم ابوحنیفہؒ، بحوالہ تاریخ اہل حدیث ص ۷۰)

حاسدین امام اعظمؒ کا ایک سنگین جرم:

حاسدین اور مخالفین ابتداء سے امام اعظم کی محدثانہ حیثیت کو مجروح کرنے کیلئے اس قسم کے بے سروپا اعتراضات کرتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ متکلم فیہ راویوں کے بارے میں لکھی گئی علامہ ذہبی کی مشہور کتاب میزان الاعتدال میں مخالفین نے امام اعظم کا ترجمہ بھی شامل کردیا ہے اور مطبوعہ نسخوں میں یہ ترجمہ موجود ہے۔ (میزان الاعتدال ۲۵/۴) حالانکہ علامہ ذہبی نے ثقہ راویوں پر مشتمل اپنی شہرہ آفاق کتاب تذکرۃ الحفاظ میں امام اعظم کی نہ صرف توثیق کی ہے بلکہ بڑے جاندار الفاظ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹)، اور امام اعظم کے حالات پر مستقل ایک رسالہ بھی لکھا ہے پھر وہ ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کی اس کتاب میں امام صاحب کا ترجمہ کیونکر لکھتے۔ بلکہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں صراحتہ یہ بات لکھی ہے کہ میں اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی

الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام و عظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری (مقدمہ میزان ج۱ ص ۲/) یعنی طرح میں اپنی کتاب میں ان ائمہ میں سے کسی کا بھی ذکر نہ کروں گا جو فروع ومسائل میں مقتدی وپیشوا ہیں کہ اسلام میں ان کی جلالت شان اور دلوں میں ان کی عظمت ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری رحمہم اللہ۔''

یہ سب مخالفین کی کارستانیاں ہیں لیکن حق درحقیقت بیرونی اعتراضات کے غبار میں کبھی نہیں چھپ سکتی، وہ واضح ہوکر سامنے آتی ہے دراسی کو دوام وثبات حاصل ہوتا ہے واما الزبد فیذهب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (طبقات ابن سعد ۳۶۸/۶)

امام صاحب پر اہل الرائے کا الزام اور اس کا جواب:

کتب تاریخ اسلام، طبقات رجال اور مناقب وغیرہ میں امام اعظمؒ کا لقب امام اہل الرائے مذکور ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل الرائی ہونا شرعی اور لغوی لحاظ سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ محمود اور باعث فضیلت ہے یا مذموم؟

رائے کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

علامہ ابوالفتح ناصرالدین المطرزی حنفیؒ لکھتے ہیں۔ الرای ما اختاره الانسان واعتقده ومنه ربیعة الرأی بالاضافة فقیه اهل المدینه (المغرب ص ۱۹۷ ج ۱ مقام ابی حنیفہ ص ۱۵۹) رائے اس نظریہ اور اعتقاد کو کہا جاتا ہے جس کو انسان اختیار کرتا ہے اور اسی اضافت سے ساتھ ربیعۃ الرای ہیں جو اہل مدینہ کے فقیہ تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی نظریہ اور اعتقاد ہوتا ہے جسے اس شخص کی رائے کہا جاتا ہے۔

علامہ ابوالفضل القرشی تحریر فرماتے ہیں'' رائے دیدن بدل، وبینائی دل'' (صراح ص ۵۵۱ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۵۹) رائے دل کی بصیرت اور بینائی کو کہتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ دل کی روشنی اور بصیرت خداوند کریم کا خاص تحفہ اور عطیہ ہے یہ کوئی مذموم شئی نہیں۔ شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی مقدمہ فتح الملہم میں تحریر فرماتے ہیں والرای هو نظر القلب یقال رای رایا کہ رائے کے معنی دل کی نظر وبصیرت کے ہیں۔ علامہ ابن اثیر الجزری الشافعیؒ فرماتے ہیں

والمحدثون یسمون اصحاب القیاس اصحاب الرای یعون انہم یاخذوا برأیہم فیمایشکل من الحدیث ومالم یات فیہ حدیث ولااثر (تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۶ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۶۰) کہ محدثین اصحاب قیاس کو اصحاب رای کہتے ہیں، اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ مشکل حدیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مقام پر وہ اپنے قیاس اور رائے سے کام لیتے ہیں جسمیں کوئی حدیث واثر نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب الرائے وہ حضرات ہیں جو مشکل احادیث اور غیر منصوص مسائل کو اپنی تدبیر اور دں کی بصیرت (جو منجانب اللہ موہوب ہوتی ہے) سے حل کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور محدثین کرام اس معنی کے لحاظ سے ان کو اصحاب الرای کہتے ہیں۔ حافظ ذہبی تذکرہ ص ۱۴۸ میں امام ربیعہ کے بارے میں لکھتے ہیں وکان اماما حافظا فقیہا مجتہدا بصیرا بالرای ولذلک یقال لہٗ ربیعۃ الـــرای تفصیل بالا سے معلوم ہو کہ اہل رائے شرعاً اور عرفاً مذموم نہیں بلکہ قابل مدح چیز ہے۔

بعض حضرات کو موجود المیزان للذھبی کی درج ذیل عبارت سے دھوکہ ہوتا ہے ابو حنیفۃ امام اھل الرای ضعفہ النسائی من جھۃ حفظہ وابن عدی وآخرون وترجم لہ الخطیب فی فصلین من تاریخہ واستوفی کلام الفریقین معدلیہ و مضعفیہ ابو حنیفہ اہل رائے کے امام ہیں نسائیؒ ابن عدیؒ وغیرہ نے حافظہ کی وجہ سے انکو ضعیف قرار دیا ہے اور خطیبؒ نے ان کے حالات پر اپنی تاریخ میں دو فصلیں قائم کی ہیں اور ان کی توثیق وتضعیف کرنے والے دونوں فریقین پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔

محققین نے اس عبارت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ علامہ ذہبیؒ کے نہیں، بلکہ کسی نے اس کے حاشیہ پر لکھ دی تھی بعد میں ہوتے ہوئے یہ عبارت میزان کے متن میں شامل ہوگئی جیسے کہ علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا ہے ان ھذہ العبارۃ لیس لہا اثر فی بعض النسخ المعتبرۃ ما رایتہا بعینی بعض معتبر نسخے جو میں نے خود دیکھے ہیں ان میں اس عبارت کا وجود نہیں (بحوالہ امام ابو حنیفہ ص ۱۴۵)

ورنہ یہ عبارت علامہ ذہبیؒ کی ہو بھی کیسے سکتی ہے، جبکہ انہوں نے خود میزان الاعتدال کے

مقدمہ میں اس بات کی صراحت کردی ہے کہ وہ اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا ذکر نہیں کریں گے عبارت ملاحظہ ہو ولا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی (مقدمہ میزان الاعتدال) میں اپنی اس کتاب میں کسی بھی ایسے امام کا ذکر نہیں کروں گا جن کی فروع میں اتباع کی جاتی ہے۔ اسلام میں ان کی بزرگی اور لوگوں کی دلوں میں ان کی عظمت کی وجہ سے جیسے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ۔

اگر بالفرض امام ذہبیؒ اس کو میزان میں ذکر کرتے تو حافظ ابن حجرؒ اس کو لسان المیزان میں ضرور ذکر کرتے کیونکہ لسان المیزان، میزان الاعتدال پر ہی لکھی گئی ہے لیکن حافظ نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ بالفرض امام ذہبیؒ کے نزدیک ضعیف ہوتے تو پھر تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر نہ کرتے جبکہ تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ذہبی نے صرف حفاظ محدثین کا ذکر کیا ہے عام محدثین کا ذکر بھی نہیں کیا معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ ان کے ہاں نہ صرف ثقہ بلکہ حافظ الحدیث بھی ہیں فالحمد للہ۔ اور حافظ الحدیث ہوتا وہی ہے جس کو ایک لاکھ احادیث مع متن و سند، راویوں کے حالات و مقامات ان سب چیزوں کے ساتھ یاد ہو۔ بخلاف اس کے دوسرا مذہب انتہائی طور پر مذموم ہے اخر اللہ تعالیٰ کا ارشاد بلا وجہ تو نہیں ہے۔ فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

علامہ شرف الدین الطیبی شافعیؒ (متوفی ۷۴۳ھ) نے ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کچھ ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے اہل الرائے کی کچھ تنقیص معلوم ہوتی ہے حضرت علامہ ملا علی قاری ان کے ساتھ مناقشہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں یشم من کلام الطیبی رائحة الکراهية الاعتراضية علی العلماء الحنفية ظنامنه انهم يقدمون الرای علی الحديث ولذا يسمون اصحاب الرای ولم يدرانهم انما سموا بذالک لدقة رايهم وحذاقة عقلهم (مرقات ج ۲ ص ۲۸) ترجمہ یعنی علامہ طیبی کے کلام سے علماء احناف پر نانی اعتراض

کی بو آتی ہے۔ علامہ طیبی پر گمان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ رائے کو حدیث پر مقدم کرتی ہے۔ اور اسلئے وہ حنفیہ کو اصحاب الرائے کا نام دیتے ہیں حالانکہ ان کو اس بات کا علم نہیں کہ احناف کا یہ نام اپنی وقت رائے اور مہارت عقل کی بنیاد پر پڑ گیا۔ (ترجمہ از مرتب)

کیا رائے کے بغیر حدیث سمجھی جا سکتی ہے؟

رائے کے لغوی اور اصطلاحی معنے کے بعد اس امر پر بھی غور کرنا ہے کہ کیا رائے اور فہم کے بغیر حدیث سمجھی جا سکتی ہے؟ اگر سمجھی جا سکتی ہے تو ٹھیک ہے۔ پھر رائے کو لینے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر رائے اور فہم کے بغیر حدیث نہیں سمجھی جا سکتی تو پھر وہ مذموم کیسے ہوگئی؟ کیا کوئی مذموم چیز بھی کسی مقبول ومحمود چیز کا ذریعہ اور موقوف علیہ بن سکتی ہے دیکھئے اس بات کی وضاحت کیلئے مولی طاش کبری زادہ کی تحریر جو مفتاح السعادۃ صفحہ ۶۱ کتاب ادب القاضی میں تصریح فرماتے ہیں کہ **لا یستقیم الحدیث الابالرای ای باستعمال الرای فیه بان یدرک معانیه الشرعیة التی هی مناط الاحکام ولایستقیم الرای الا بالحدیث ای لا یستقیم العمل بالرای والأحذ به الا بانضمام الحدیث الیه** (مقدمة فتح الملهم صـ ۴۷) حدیث رائے کے استعمال ہی سے درست ہو سکتی ہے بایں طور کہ حدیث کے شرعی معانی جو احکام کیلئے مناط ہیں، رائے ہی سے ادراک کئے جا سکتے ہیں اور رائے بھی بدون حدیث کے درست نہیں ہو سکتی یعنی محض رائے پر عمل کرنا درست نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس رائے کے ساتھ حدیث نہ مل جائے (مقام ابی حنیفہ ص ۴۷)

حدیث سے رائے کی عمدگی کا ثبوت:

حقیقت یہ ہے کہ دلائل شرعیہ کے پیش نظر کتاب وسنت کے اصولی قوانین اور ضوابط کو لازمی اور قابل عمل قرار دے کر ہر ایک پیش آمدہ ضرورت کے متعلق جس کی تفصیل وتشریح یا بصراحت تذکرہ قرآن وسنت میں موجود نہ ہو، قرآن وسنت کے جاننے والوں اور صحیح معنی میں مجتہدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اجتہاد و رائے سے کام لے کر قرآن وسنت کی روشنی میں وقتی ضروری اور ہنگامی مسائل کو حل کریں اسی کو تفقہ و اجتہاد اور قیاس اور رائے کہتے ہیں اس بات کی ثبوت کیلئے سند حدیث معاذ کافی ہے جس کے بارے میں شیخ الاسلام ابو عمر بن عبدالبر المالکی رقمطراز ہیں

کہ **وحدیث معاذ صحیح مشہور رواہ الائمۃ العدل وھو اصل فی الاجتہاد و القیاس علی الاصول** کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کو عادل ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اجتہاد اور قیاس علی الاصول کے لئے ایک اصل اور مدار ہے۔

حضرت علی سے ایک روایت میں آتی ہے۔ **سئل رسول اللہ ﷺ عن العزم فقال مشاورۃ اھل الرای ثم اتباعھم** (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵) آنحضرت ﷺ سے عزم کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ وہ کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہل رائے سے مشورہ کرکے پھر ان کی پیروی کرنا۔

حضرت ابوبکرؓ کا یہ معمول تھا کہ **ان ابابکر اذا نزلت بہ قضیۃ لم یجدلھا فی کتاب اللہ اصلا ولا فی السنۃ اثرا فقال اجتہد برائی فان یکن صوابا فمن اللہ وان یکن خطأً فمنی واستغفر اللہ** (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۶) جب ان کے پاس کوئی مقدمہ پیش آتا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اگر ان کو وضاحت نہ ملتی تو فرماتے کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر درست ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوگی ورنہ میری خطا ہوگی اور میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ (بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۷۷) اسی طرح حضرت عمر جب لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے تو فرماتے تھے یہ عمر کی رائے ہے۔ اگر درست ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہوگا ورنہ اگر خطا ہوئی تو عمر کی ہے **ھذا رای عمرؓ فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطأً فمن عمرؓ** (میزان شعرانی ج ۱ ص ۴۹)

اور حضرت عمرؓ نے اپنی دور خلافت میں مشہور تابعی قاضی شریح (المتوفی ۸۵ھ) کو ایک خط ارسال فرمایا تھا جس میں اس کی تصریح فرمائی تھی کہ اگر کوئی ایسا مقدمہ اور مسئلہ پیش آئے جس پر کتاب وسنت سے روشنی نہ پڑتی ہو اور اس کے بارے میں پہلے سے کسی نے گفتگو بھی نہ کی ہو۔ تو **فاختر الامرین شئت ان تجتھد برایک ثم تقدم فتقدم** الخ (دارمی ج ۱ ص ۶۵) ترجمہ: ان دو امور میں سے جونسا تم چاہو پسند کرلو یا تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور اس میں جتنا آگے بڑھ سکتے ہو بڑھو۔

مشہور محقق عالم اور صاحب قلم بزرگ ابو محمد زہرہ مصری ارقام فرماتے ہیں ان الحکم بالرای من اصحاب رسول اللہ مشہور و احتمال الخطاء فی اجتہادھم ثابت اذ لیسوا بمعصومین عن الخطاء (ابو حنیفہ حیات و عصرہ و آراءہ ص ۳۰۷) رائے کے مطابق حکم کرنا آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ سے مشہور ہے اور ان کے اجتہاد میں بھی خطا کا احتمال ثابت ہے کیونکہ وہ خطا سے معصوم تو نہ تھے الغرض غیر منصوص مسائل میں حضرات صحابہ کرامؓ نے جہاں رائے اور اجتہاد سے کام لیا ہے اگر ان کو جمع کیا جائے تو اچھا خاصا دفتر تیار ہو سکتا ہے اور درج بالا آثار و احادیث سے یہ حقیقت واضح ہو کر کھل کر سامنے آیا کہ قرآن اور حدیث اور اجماعی مسائل کے بعد رائے اور قیاس سے کام لینا خود مرفوع اور صحیح حدیث اور صحابہ کرام کے اقوال سے ثابت ہے اور جمہور امت بھی اس کی قائل ہے پھر رائے اور قیاس کی مذمت اور اہل الرائے اور صاحب قیاس کی توہین و تذلیل کیونکر قابل سماعت ہو سکتی ہے (مقام ابی حنیفہ ص ۱۸۱)

خطیب بغدادیؒ اور ابن خلدونؒ کے منقول الزامات کے تحقیقی جوابات:

اصل میں امام ابو حنیفہؒ پر مختلف قسم تہمتوں اور بے بنیاد الزامات کے تاریخی ماخذ خطیب بغدادیؒ کا نقل کردہ بے سند اقوال کاذبہ ہیں جو انہوں نے تاریخ بغداد میں ارقام فرمایا ہے ذیل میں ان کے یہ اقوال مع تحقیقی جوابات سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں تاکہ حقائق کی کسوٹی پر ان کی معیار صداقت واضح کیا جائے۔

خطیب بغدادیؒ امام ابو حنیفہؒ کے تنقیص فی الحدیث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں وکان یتیماً فی الحدیث کان زمناً فی الحدیث لم یکن بصاحب حدیث)ابو حنیفہ علم حدیث میں یتیم تھے، ابو حنیفہ تو حدیث میں بالکل اپاہج تھے، وہ حدیث کے آدمی نہ تھے۔ آگے لکھتے ہیں لانہ لیس لہ رای ولا حدیث جمیع ماروی عن ابی حنیفۃ من الحدیث مائۃ و خمسون اخطا فی نصفھا (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۴۴) ترجمہ ابو حنیفہ کے پاس نہ تو رائے تھی اور نہ حدیث ابو حنیفہ سے مروی کل ڈیڑھ سو حدیثیں ہیں جن میں سے آدھی حدیثوں میں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ (ترجمہ از مرتب)

مؤرخین نے بھی بعض دانستہ برائے مخالفت اور بعض نادانستہ طور پر ان الزامات کو اپنی تاریخوں میں نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ مثلاً ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھا ہے (ان مروياته بلغت على مايقال سبعة عشر حديثا) ترجمہ۔ ابوحنیفہؒ سے مروی احادیث کی تعداد جیسے کہ کہا گیا ہے۔ سترہ تک پہنچی ہے۔ مگر حقائق وواقعات کی دنیا میں ان الزامات میں کہاں تک صداقت ہے اس سلسلہ میں گذشتہ بحثیں کافی ہیں۔ مگر مزید اطمینان خاطر کے لئے چند گزارشات معروف قلم نگار حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے کتاب ''دفاع امام ابوحنیفہ'' سے پیش خدمت ہیں۔

(الف) فقہ حنفی یوحنیفہ کے مذہب کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے کبار ائمہ کرام اور فقہاء عظام نے فقہ حنفی کے اصل تمام احادیث احکام کو (الدر المنيفة في ادلة ابي حنيفة) کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے تو سوال یہ ہے کہ امام بوحنیفہؒ کے علم حدیث سے نابلد اور تہی دامنی ہونے کے باوجود ان کے استنباط کردہ مسائل واحکام صحیح احادیث کے موافق کیسے ہو گئے۔

(ب) علم اصول حدیث وکتب مصطلح حدیث وکتب اسماء الرجال میں امام بوحنیفہؒ کے نظریات کو مدون کیا جاتا ہے، ردوقبول کے اعتبار سے ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ یعنی جس حدیث یا راوی کو امام بوحنیفہ رد کر دیں اس کو مردود سمجھا جاتا ہے اور جس کی وہ تائید کر دیں اسے قبول کر لیا جاتا ہے۔ کیا ایسے عظیم علمی شخصیت کو علم حدیث سے کورا اور تہی دامن قرار دینا سر سر جھوٹ اور بہتان نہیں ہے۔ (دفاع امام ابوحنیفہ ص ۱۰۲)

علامہ ابن خلدونؒ کی منقول روایت کی توجیہات:

اس تفصیل سے ابن خلدون کے بیان کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ تاہم ابن خلدون کی عبارت بہت مبہم ہے۔ انہوں نے اتنا لکھا ہے۔ کہ ابوحنیفہ کے مرویات کی تعداد سترہ ہے ہوسکتا ہے کہ۔

(ا) ابن خلدون نے امام ابوحنیفہؒ کے مرویات کی تعداد سے ان کے سترہ مسانید مراد لئے ہوں۔

(ب) اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام محمد نے جو پورا موطا امام مالک سے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں صرف تیرہ حدیثیں ایسی درج کئے ہیں جو بوحنیفہؒ سے منقول ہیں اور چار حدیثیں ابو یوسفؒ سے روایت کی ہیں ان سترہ کو دیکھ کر بعض اہل علم نے موطا میں درج شدہ احادیث کی تعداد سترہ

بتائی ہیں اور وہی نقل ہوئی چلی آتی ہو۔ مگر یاد رہے کہ سترہ احادیث والے بہتان اور بے بنیاد الزام کو ابن خلدون کے سوا کسی کتاب نے بھی ذکر نہیں کیا۔ (بحوالہ تانیب الخطیب ص ۱۵۶)

فقہ حنفی پر مخالفت حدیث کے الزام کی حقیقت:

بعض جہلاء نے امام صاحب اور فقہ حنفی کے بارے میں حدیث کی صریح مخالفت کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا۔ جس سے بعض بڑے بڑے علماء بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام صاحبؒ نے فروعی مسائل اور اصولی دلائل میں تفقہ کی راہ اختیار فرمائی۔ کیونکہ روایت لفظیہ سے یہ کام زیادہ اہم ہے، اور ان خطوط پر لوگوں کی رہنمائی اشد ضروری تھی۔ تفقہ ہی کو درایت کا نام دیا گیا۔ اپنی انہی خداداد صلاحیتوں کے سبب ہی تو آپؒ اپنے دور کے تمام محدثین پر فوقیت رکھتے تھے۔ (از مرتب)

صاحب مرقاۃ المفاتیح ملا علی القاریؒ نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے **وقد سالہ الاوزاعی عن مسائل و اراد البحث معه بوسائل فاجاب علی وجه الصواب فقال له الاوزاعی من این هذا الجواب ، فقال من الاحادیث التی رویتموها من الاخبار والاثار التی نقلتموها وبین له وجه دلالتها و طریق استنباطها ، فانصف الاوزاعی ولم یتعسف فقال نحن العطارون وانتم الاطباء (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ / ص ۲۸) کان عنده ان نقل الحدیث الشریف لایجوز الا باللفظ دون المعنی (مقدمه ابن خلدون ص ۱۴۴)** امام اوزاعیؒ نے آپ سے چند مسائل کے بارے میں پوچھا اور آپ سے بحث کا ارادہ کیا۔ آپ نے صحیح صحیح جواب دیئے تو کہنے لگے، یہ جوابات کہاں سے دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان احادیث و روایات اور آثار سے جنہیں آپ لوگ نقل کرتے امام اوزاعیؒ نے انصاف سے کام لیتے ہوئے اور بغیر کسی جھجک کے کہا ہم لوگ تو جڑی بوٹیاں جمع کرنے والے ہیں اور آپ لوگ ماہر طبیب ہیں امام صاحبؒ نے یہ طریق اس لئے اختیار فرمایا کہ آپ کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی الفاظ کی صراحت ضروری امر تھا۔ اس تقیید کے اختیار فرمانے میں وضاعین کی سازشوں کو ناکام بنانا مقصود تھا

(ترجمہ از مرتب)

وقال فيه بالرای لکثرة الوضاعين من زنادقة العراق وحرصه على ان لاياخذ بالشک فی دينه (تاريخ الأدب العربی ص ۳۸۲) تفقہ کے ذریعہ جزئیات نکالنے کا یہ طریق آپ نے وضاعین حدیث (جن کا تعلق زنادقہ عراق سے تھا) کی کثرت کے پیش نظر اختیار فرمایا۔ تاکہ وضاعین کی روایات کے سبب آپ کے فقہ مذہب میں کسی قسم کا شبہ نہ کیا جاسکے۔

امام صاحب کے پیش نظر یہ فرمان رسول بھی تھا کہ عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ بلغوا عنی ولو آية وحدثوا عن بنی اسرائيل ولاحرج ومن كذب علیّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار من حدث عنی بحديث يری انه كذب فهو احد الكاذبين او كما قال اخذ بكتاب الله فان لم اجد فبسنة رسول الله ﷺ فان لم اجد فی كتاب الله ولا سنة رسول الله ﷺ اخذت بقول الصحابة آخذ بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم فاما اذا انتهى الامر الى ابراهيم والشعبی وابن سيرين والحسن و عطاء وسعيد بن المسيب وعدد رجالا فقوم اجتهدوا وانا اجتهد كما اجتهدوا (تاريخ بغداد ج ۳ ص ۳۶۸) ترجمہ عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھ سے جو حاصل کرو گے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ اور بنی اسرائیل سے روایات نقل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ البتہ جس نے مجھ پر میری طرف منسوب کر کے) جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ کو بنالیوے جس نے کسی بات کو جھوٹ سمجھنے کے باوجود میری طرف منسوب کیا ایسا شخص جھوٹوں میں سے ہے۔ امام صاحبؒ قرآن مجید کے بعد نہ صرف سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع صحابہ کو حجت سمجھتے تھے بلکہ اختلاف صحابہؓ کی صورت میں بھی اقوال صحابہ سے خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے اپنے اصول مستنبط پر خود امام صاحبؒ کی تصریح موجود ہے فرمایا میں کتاب اللہ سے حکم معلوم کرتا ہوں پھر اگر وہاں سے نہ ملے تو سنت رسول اللہ کو تھام لیتا ہوں اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر صحابہ کرام میں سے کسی کے قول کو اختیار کرتا ہوں۔ جس کے قول کو چاہوں اختیار کر لیتا ہوں جسکے قول کو چاہوں اختیار نہیں کرتا بہر حال ان کے اقوال سے باہر نہیں نکلتا جب معاملہ یہاں سے ابراہیم، شعبی،

ابن سیرین، حسن، عطاء اور سعید بن المسیب وغیرہ تک جائے تو ان لوگوں نے بھی اجتہاد کیا ہے انہی کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

(ترجمہ از مرتب)

وضاحت: یعنی رائے اور قیاس کا دخل وہاں سے شروع ہوگا جہاں قرآن وسنت اور سنت صحاب النبی ﷺ کی تصریح موجود نہ ہو یہ رائے قرآن وسنت کے تابع ہے۔ مخالف وہ رائے ہے جو قرآن وسنت کی پرواہ کئے بغیر اختیار کی جائے۔

موجودہ دور کے زائغین نے فقہ حنفی کی تائید میں تخریج احادیث کی کتب، احناف کی طرف سے واضح اور مدلل جواب ہیں۔

امام طحاویؒ کی "شرح معانی الآثار" امام طحاوی کی مسند، علامہ زیلعی کی نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الهدایۃ مولانا ظفر احمد عثمانی کی "اعلاء السنن" ان کے علاوہ مشہور کتب حدیث کی شروح میں "شرح البخاری" "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح" "فتح الملہم شرح المسلم" "فیض الباری شرح البخاری" "معارف السنن شرح جامع الترمذی" وغیرہ کتب کا وجود فقہ حنفی کیلئے مؤید ہیں۔

(ترجمہ از مرتب)

امام ابوحنیفہؒ پر عقیدہ ارجاء کے الزام اور اس کے تحقیقی جواب:

نوٹ: عنوان ہذا کے ذیلی مضمون ادارے کی طرف سے اضافی الافادہ ہے جو بسلسلہ امام ابوحنیفہ پر جرح واعتراضات اور ان کے تحقیقی جوابات کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے اس باب کے ضمن میں شامل کرلیا گیا ہے۔ (مرتب)

مرجئہ مسلمانوں کا مشہور فرقہ ہے جو کئی شاخوں پر مشتمل ہیں۔ یہ لوگ اسلام میں فلسفہ کے در آنے سے متاثر ہوئے تھے جیسا جبریہ قدریہ وغیرہ فرقے فروغ پذیر ہوئے مرجئہ، جبریہ قدریہ ایک دوسرے سے قریب تر ہیں کیونکہ یونانی روحی، دہریہ اور مرجئہ خوارج کو ایک ہی صف میں شمار کرتے ہیں اور ایرانی فلسفوں نے ان کے خیالات پر بڑا اثر ڈالا۔ مرجئہ ارجاء سے مشتق

امام ابوحنیفہ کی شخصیت کو کمزور کرنے کے لئے ایک کاری ضرب شمار کیا جاتا ہے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس الزام کی اصل حقیقت اور مخالفین کے ہفوات اور مزعومات واضح کر کے اس کے مدلل اور مفصل جواب دیا جائے اسی ضرورت کے پیش نظر ذیل میں ماہنامہ بینات میں اس کے بابت شائع شدہ تفصیلی مضمون نقل کیا جاتا ہے عام افادیت کے پیش نظر اس علمی مجلے سے یہ مضمون عام قارئین کے استفادے کے لئے پیش خدمت ہے امید ہے قارئین خود فرحاصل کریں گے۔ (مرتب)

قطب حقیقت ولی کامل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں تہتر (۷۳) فرقوں کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے مرجئہ کا بھی ذکر کیا ہے اور ان (مرجئہ) میں اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کو بھی شمار کیا ہے جس سے بعض متعصب اور جذبات سے مغلوب غیر مقلدوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے امام صاحب کو مرجئہ کہا اور لکھا ہے جن میں ''حقیقت الفقہ'' کے مؤلف غیر مقلد عالم مولانا محمد یوسف بھی شامل ہیں۔ آئندہ اوراق میں ہم ان کی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا صحیح مطلب بیان کریں گے۔

نوٹ: آئندہ صفحات میں مؤلف ''حقیقت الفقہ'' کی عبارت ''م'' کے عنوان سے پیش کر کے ''الجواب'' سے اس کا جواب دیا جائے گا۔ موصوف مقلد ''حقیقۃ الفقہ'' ص ۲۶ پر غنیۃ الطالبین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

م ''چوتھا گروہ مرجیہ کا جس کے بارہ (۱۲) فرقے حسب ذیل ہیں۔

عموماً یہ گروہ قائل ہے کہ جب کسی نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا تھا اگرچہ سارے گناہ کرے ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ ایمان صرف قول کا نام ہے، اعمال ایمان سے خارج ہیں۔ وہ صرف احکام شریعت ہیں، لوگوں کا ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا ہے (عام لوگ نیک ہوں یا بد فاسق ہوں یا فاجر) ان کا ایمان اور نبیوں اور فرشتوں کا ایمان ایک ہی ہے کم یا زیادہ نہیں گرچہ عمل نہ کرے۔''

فرقہ کا نام	پیشوا کا نام	عقیدہ
حنفیہ	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	ایمان صرف معرفت الٰہی اور اقرار کرنا خدا اور رسول کا اور جو کچھ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں۔ اجمالی طور پر اسی طرح ذکر کیا ہوا ہوتی ہے''۔ (غنیۃ صفحہ ۲۰۸)

صاحب حقیقۃ الفقہ کا تدلیس:

الجواب مؤلف کا مقصد تہتر فرقوں کی تفصیل ذکر کرنے سے صرف اس قدر ہے کہ وہ اصحاب ابی حنیفہ کا تدلیس کریں کہ حنفیہ بھی دیگر فرق ضالہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی غرض سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ حنفیہ فرقہ جو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے پیرو ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ حنفیہ کا ذکر مرجیہ فرقوں کے تحت کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی مذہب ارجاء کے قائل تھے لیکن قبل اس کے کہ امام صاحب پر وارد شدہ اس اعتراض کا جواب دیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کی چابکدستی کی طرف اشارہ کردیں کہ وہ کس قدر ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے عبارت کا صحیح مطلب تک نہیں لاتے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ''الملل والنحل'' کی اصل عبارتیں پیش کرنے کے بجائے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے، ورغنیۃ الطالبین کا اصل عبارات وہ بھی اپنی فہم اور مرضی کے مطابق کرکے نقل کیا ہے غنیۃ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

اما الحنفية فهم بعض اصحاب ابي حنيفة النعمان بن ثابت زعموا ان الايمان هو المعرفة والاقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة على ما ذكره البرهوتي في كتاب الشجرة لیکن حنفیہ وہ بعض اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں جن کا عقیدہ یہ کہ ایمان صرف معرفت (دل سے پہچاننے) ور زبانی اللہ اور اس کے رسول کا اور جو کچھ وہ ان کے پاس سے لے کر آئے ہیں اجمالی طور پر اقرار کا نام ہے جیسے کہ برہوتی نے ''کتاب الشجرۃ'' میں ذکر کیا ہے۔

لیکن مولف نے ترجمہ کرتے وقت ''کتاب الشجرۃ'' کا نام حذف کردیا جو ''غنیۃ'' کا ماخذ ہے لہذا سب سے پہلے یہ بتایا جائے کہ ''برہوتی'' کون ہیں اور ان کی ''کتاب الشجرۃ'' معتمد بھی ہے یا نہیں؟ پھر ایک مجہول مصنف کی غیر معروف تصنیف کے حوالہ سے کوئی بات کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ ''برہوتی'' اور ان کی کتاب الشجرہ دونوں (ہماری معلومات کے مطابق) مجہول ہیں۔

حقیقت پوشی کی ناکام کوشش:

اس کے علاوہ جب مؤلف ہر بات کی صحت کیلئے سند کا مطالبہ کرتے ہیں تو آخر امام اعظم رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت پر ایک غلط الزام لگاتے وقت انہوں نے اس اصول کو کیوں نظرانداز کر دیا؟ واقعی "کتاب الشجرہ" اور اس کا مصنف معتمد علیہ تھا تو ان کا مفصل تذکرہ کر کے بقید صفحہ اس کا حوالہ اصل کتاب کی عبارت مع سند پیش کر دی جاتی جب یہ نہیں کیا گیا تو واضح ہو گیا کہ یہ حقیقت تعصب کے شکار کم ظرف حضرات کی حقائق پوشی کی ناکام کوشش ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ "غنیۃ" میں تو بعض اصحاب ابی حنیفہ تحریر تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس عقیدے کے حامل تھے مؤلف نے کمال دیانتداری سے "بعض" کا لفظ اڑا کر تمام احناف کو اس میں شامل کر دیا اور اس کو امام صاحبؒ کا مذہب بنا دیا۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

حقیقۃ الفقہ کی عبارت:

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی مقتدائے فرقہ حنفیہ کے اکثر اہل علم نے ان کو مرجیہ فرقہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی وزیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجیہ کا ہے انہوں نے بھی بعینہ وہی اپنا عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے۔ علامہ شہرستانی نے "کتاب الملل والنحل" میں بھی رجال المرجیہ میں حسام الدین بن ابی سلیمان اور ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد بن حسن وغیرہم کو درج کیا ہے۔ اسی طرح غسان بھی جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے۔ ابوحنیفہ کو فرقہ مرجیہ میں شمار کرتا ہے۔ (الملل والنحل ص ۱۸۸ و ص ۱۹۴ جلد اول مطبوعہ مصر) (حاشیہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۷)

الجواب: مؤلف کا یہ قول کہ "اکثر اہل علم نے ان کو مرجیہ فرقہ میں شمار کیا ہے محض دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اولاً تو ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ اکثر اہل علم نے ان کو مرجیہ کہا ہو اگر ایسی ہوتی تو مؤلف ایسے "حلیم اور بردبار" آدمی سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ان اکثر کا نام لئے بغیر آگے گذر جائیں کیونکہ امام ابوحنیفہ کی عداوت تو مؤلف موصوف کے رگ وریشہ میں پیوست

ہو چکی ہے، چنانچہ انہیں امام صاحبؒ کے بارے میں جو کچھ بھی رطب و یابس غلط، صحیح ملا سب کو (بغیر جانچ پڑتال اور ردوقدح کئے) اپنی تالیف میں درج کرتے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اس ۹۲ بیاسی (۹۰) علماء کی نام بنام فہرست پیش کی ہے (جو اپنے وقت کے امام علامہ حافظ و پیشوا تھے) جنہوں نے امام صاحبؒ کو ناقص الحافظ، حدیث کا کم جاننے والا۔۔۔ اس کی جانچ پڑتال ناقص نیز عربی زبان میں ناقص بتلایا اور ان کے عقائد اور مسائل پر اعتراضات کئے ہیں۔ اس سے ہمیں یہاں تعجب ہے کہ انہوں نے (مؤلف حقیقۃ الفقہ) اس جگہ ان کثیر اہل علم کی فہرست پیش نہیں کی؟

ارجاء کی الزام حسد اور بغض پر مبنی ہے۔

ثانیاً جن لوگوں نے امام صاحبؒ کو مرجئہ کہا ہے یا تو حسد اور بغض کی بنا پر ان پر یہ الزام لگایا، یا ان کو امام صاحب کے بارے میں رائے قائم کرنے میں خطا واقع ہوئی ہے، چنانچہ علامہ حافظ عبدالبر مالکی تحریر فرماتے ہیں: ونقموا ایضا علی ابی حنیفۃ الارجاء ومن اھل العلم من ینسب الی الارجاء کثیر لم یعن قبیح ماقیل فیہ کما عنوا بذالک فی ابی حنیفۃ وکان ایضا یحسد وینسب الیہ مالا یلیق وقد اثنی علیہ جماعۃ من العلماء وفضلوہ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲/۱۴۸) بعض محدثین نے امام ابوحنیفہ پر ارجاء کا بھی الزام لگایا ہے۔ حالانکہ اہل علم میں تو ایسے لوگ بڑی کثرت سے موجود ہیں جن کو مرجئہ کہا گیا ہے لیکن جس طرح امام ابوحنیفہ کی امامت کی وجہ سے ان میں بری پہلو نمایاں کیا گیا ہے۔ دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں کیا گیا، اس سے علاوہ یہ بھی بہت جلتے تھے اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جن سے ان کا دامن بالکل پاک تھا اور ان کے بارے میں نامناسب باتیں گھڑی جاتی تھیں حالانکہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

ارجاء کی حقیقت:

ثالثاً جس معنی میں امام صاحبؒ کو مرجئہ کہا گیا ہے وہ ''ارجاء'' اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نہیں اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے ارجاء کا معنی، مرجئہ کا حال اور ان کے عقائد ذرا وضاحت سے ہدیہ ناظرین کر دیں تاکہ امام صاحب کی طرف منسوب ''ارجاء'' کی حقیقت کھل کر

سامنے آ جائے۔

ارجاء کے معنی

ارجاء کا اصلی معنی ہے تاخیر اور مہلت دینا۔ چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی ۵۴۸ھ اس کی تفصیلات بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں

الارجاء على معنيين احدهما التاخير قالوا ارجه واخاه اي امهله واخره والثاني اعطاء الرجاء وقيل الارجاء تاخير حكم صاحب الكبيرة الى القيامة فلا يقضى عليه بحكم ما في الدنيا من كونه من اهل الجنة ومن اهل النار وقيل الارجاء تاخير علي رضي الله عنه عن الدرجة الاولى الى الرابعة ارجاء کے دو معنی ہیں (۱) تاخیر کرنا قرآن پاک میں ہے ارجہ واخاہ (انہیں اور ان کے بھائی کو مہلت دے) یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں تاخیر کرو اور انہیں مہلت دینا چاہئے۔ اور دوسرا امید دلانا ہے (اس کی وجہ یہ ہے کہ امید دلانا اور یہ کہنا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے معاصی کچھ ضرر نہیں۔ بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کا فیصلہ قیامت پر چھوڑ دیا جائے اور دنیا میں اس پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگایا جائے۔ اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو پہلے خلیفہ کے بجائے چوتھا خلیفہ قرار دیا جائے۔

اب چونکہ "ارجاء" کے مفہوم میں تاخیر شامل ہے اس لئے جو حضرات گنہگار کے بارے میں اس سے کام لیتے ہیں اور دنیا میں اس کے جنتی یا جہنمی ہونے کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے خواہ اسے معاف کر کے جنت میں داخل کرے یا سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈال دے وہ مرجئہ ہیں اسی معنی کے اعتبار سے امام صاحب اور دیگر حضرات محدثین کو مرجئہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں **ثم اعلم ان القونوي ذكر ان ابا حنيفة كان يسمى مرجئا لتاخيره امر صاحب الكبيرة الى مشية الله والارجاء التاخير (شرح فقه اكبر صفحه ۸۸)** پھر معلوم رہے قونوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو بھی مرجئہ کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف رکھتے تھے اور ارجاء کے معنی ہی مؤخر کرنے کے ہیں۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ امام صاحب کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے یا صریح نصوص آیات اور احادیث سے امام صاحب کے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے۔ تمام اہلسنت کا یہی مذہب ہے، البتہ اگر غیر مقلدین کا عقیدہ اس کے خلاف ہو اور وہ گنہگار کو جنتی یا قطعی جہنمی قرار دیتے ہوں تو اس کی وضاحت ضروری ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی وضاحت:

ملاحظہ ہو امام صاحب خود اپنے اس عقیدے کی وضاحت فرماتے ہیں **عن ابی مقاتل سمعت اباحنیفة یقول الناس عندنا علی ثلثة منازل، الانبیاء من اهل الجنة، والمنزلة الاخری المشرکون نشهد علیهم انهم من اهل النار والمنزلة الثالثة المؤمنون نقف عنهم ولا نشهد علی واحد منهم انه من اهل الجنة ولا من اهل النار ولکنا نرجوا لهم و نخاف علیهم و نقول کما قال الله تعالیٰ (خلطوا عملاً صالحاً و آخر سیئا عسی الله ان یتوب علیهم) حتی یکون الله عزوجل یقضی بینهم وانما نرجوا لهم لان الله عز وجل یقول (ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء) ونخاف علیهم بذنوبهم وخطایاهم ولیس احد من الناس اوجب له الجنة ولو کان صواما قواماً غیر الانبیاء ومن قالت فیه الانبیاء (کتاب العالم و المتعلم صـ ۲۷۰** طبع حیدرآباد دکن) ابو مقاتل کہتے ہیں۔ میں نے امام ابوحنیفہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک لوگ تین طرح کے ہیں (۱) انبیاء، جو جنتی ہیں (۲) مشرکین، ان کے متعلق ہماری شہادت جہنمی ہونے کی ہے (۳) مومنین جن کے متعلق ہم توقف اختیار کرتے ہیں اور ان میں سے نہ تو کسی کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور نہ کسی کے جہنمی ہونے کی۔ ہاں ان کے بارے میں (جنت کی) امید اور دوزخ کا خوف رکھتے ہیں۔ اور وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے بارے میں فرمایا ہے (ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے ان کو) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فیصلہ فرمادیں اور ہم ان کے لئے امید اس لئے رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا (تحقیق اللہ اس کو تو ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کبیرہ و شرک سے کمتر گناہ جس کے چاہے معاف کردے) اور ان کے بارے میں گناہوں اور غلطیوں کے سبب عذاب کا خوف بھی رکھتے ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے اپنے لئے جنت کو واجب کر لیا ہو اگر چہ وہ کتنا ہی روزہ رکھنے والا اور عبادت کرنے والا ہو بجز انبیاء اور ان حضرات کے کہ جن کو انبیاء نے جنتی کہا ہو۔

عبارت مذکورہ سے امور مستفادہ:

حضرت امام ابوحنیفہ کی عبارت بالا سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے (۱) مرتکب کبیرہ امام صاحب کے نزدیک کافر نہیں (۲) اس کا معاملہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے چاہے تو از راہ عدل اس کو سزا دے یا از راہ فضل اس کی مغفرت فرمادے۔ (۳) اور یہ فیصلہ اس مسئلہ پر متفرع ہے کہ عمل ایمان کا جزء ہے یا نہیں اس میں دیگر ائمہ اور محدثین بظاہر امام ابوحنیفہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ اختلاف صرف لفظی ہے فریقین کے نزدیک عمل ضروری ہے، امام صاحب کی مراد یہ کہ جزء ہے یہ نہیں کہ عمل کی ضرورت نہیں۔ حاشاوکلا امام صاحب اس کے ہرگز قائل نہیں بلکہ امام صاحب عمل کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک اگر اللہ تعالی نے مغفرت نہ فرمائی تو تارک عمل اپنے ترک عمل کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

نزاع لفظی سے فساد اعتقاد نہیں آتا:

چنانچہ علامہ صدرالدین علی بن محمد الحنفی المتوفی ۷۹۲ھ فرماتے ہیں والاختلاف الذی بین ابی حنیفة والائمة الباقین من اهل السنة اختلاف صوری فان کون اعمال الجوارح لازمة لایمان القلب او جزء من الایمان مع الاتفاق علی ان مرتکب الکبیرة لا یخرج من الایمان بل هو فی مشیئة اللّٰه ان شاء عذبه وان شاء عفا عنه نزاع لفظی لایترتب علیه فساد اعتقاد شرح طحاوی ص ۲۷۹ طبع جدید۔ اور ایمان کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ اہل سنت کے درمیان جو اختلاف ہے وہ محض صوری یعنی لفظی اختلاف ہے۔ حقیقی نہیں اس لئے کہ اعمال جوارح یا تو لازم ایمان ہیں یا ایمان

کا جزء ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ وہ اللہ کی مشیئت کے تحت ہے چاہے تو وہ اس کو عذاب دے اور چاہے تو معاف کردے غرضیکہ یہ صرف لفظی اختلاف ہے جس سے عقیدے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ لکھتے ہیں ولیس النزاع الا راجعاً الی اللفظ (التفہیمات الالہیۃ صفحہ ۲۸) یعنی یہ نزاع صرف لفظی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کے نزدیک عمل اگرچہ جزء ایمان نہیں تاہم ایمان کے لوازمات میں سے ہے اور اس پر ثواب وعقاب کا ترتب ہوگا برخلاف مرجئہ کے کہ ان کے نزدیک ایمان کے بعد عمل کی حیثیت ترتب ثواب وعقاب کے درجہ میں بھی نہیں ہے۔

مرجئہ مذموم کے مذموم عقائد

ثم المرجئة المذمومة المبتدعة لیسوا من القدریة بل هو طائفة قالوا لایضر مع الایمان ذنب کما لا ینفع مع الکفر طاعة فزعموا ان واحدا من المسلمین لا یعاقب علی شئی من الکبائر فاین هذا الارجاء عن ذالک الارجاء (شرح فقہ اکبر ص ۸۹) یہ مرجئہ مذمومہ بدعتی فرقہ قدریہ سے الگ ایک فرقہ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لے آنے کے بعد انسان سے کوئی گناہ مضر نہیں جیسے کہ کفر کے بعد کوئی نیکی قبول نہیں اور ان کا نظریہ ہے کہ مسلمان جیسے بھی ہوں کبیرہ گناہ پر اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ پس اس ارجاء یعنی اہل بدعت کا ارجاء اور اس ارجاء (امام صاحبؒ کے ارجاء) میں کیا نسبت۔

فقہ اکبر میں امام صاحبؒ کی طرف منسوب اصل عبارت:

نیز مؤلف کا یہ قول کہ "امام صاحبؒ نے "فقہ اکبر" میں وہی عقیدہ ذکر کیا ہے جو مرجئہ کا ہے بالکل غلط ہے "فقہ اکبر" کا وہ نسخہ جو امام صاحبؒ کی طرف منسوب ہے۔ جس کا مؤلف نے بھی ذکر کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے والایمان هو الاقرار والتصدیق وایمان اهل السماء والارض لایزید ولا ینقص والمؤمنون مستوون فی الایمان والتوحید متفاضلون فی الاعمال ولا نقول ان المؤمن لایضره الذنوب ولا نقول انه لا یدخل النار

ولا نقول انه يخلد فيها وان كان فاسقا بعد ان يخرج من الدنيا مؤمناً ولا نقول حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة "ایمان نام ہے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا اہل سماء و اہل زمین کا ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ایمان و توحید میں سارے مومن برابر ہیں اور اعمال کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ فقہ اکبر ص ۱۱ اور دوسرے مقام پر تحریر ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کے لئے گناہ مضر نہیں۔ اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ مومن جہنم میں بالکل داخل ہی نہیں ہوگا اور نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگر چہ فاسق ہو جب کہ وہ دنیا سے ایمان کی حالت میں نکلا اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمام نیکیاں مقبول ہیں۔ اور تمام گناہ معاف ہیں جیسے کہ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔ نیز مؤلف کا یہ کہنا "کہ غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) بھی امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے" یا تو ان حقائق کی صریح دلیل ہے یا پھر ممکن ہے کہ انہوں نے "الملل والنحل" پوری عبارت نہیں پڑھی جس سے ان کو غلط فہمی ہوئی۔ اب ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ غسان کس وجہ سے امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔

چنانچہ علامہ شہرستانی فرماتے ہیں ومن العجب ان غسان يحكي عن ابي حنيفة مثل مذهبه ويعده من المرجئة ولعله كذب ولعمري كان يقال لابي حنيفة واصحابه مرجئة السنة تعجب کی بات ہے کہ غسان بھی اپنے مذہب کو امام صاحب کا سا مذہب ظاہر کرتا تھا اور امام صاحب کو بھی مرجئہ میں شمار کرتا تھا شاید یہ جھوٹ ہے مجھے زندگی دینے والے کی قسم کہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو تو مرجئۃ السنۃ کہا جاتا تھا۔ (الملل والنحل بر حاشیہ کتاب الفصل ص ۱۸۹، ج ۱)

اب ناظرین غور فرمائیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ غسان کا امام صاحب کو مرجئہ کہنے کا مقصد صرف اپنے مذہب کی ترویج و تشہیر تھا۔ ورنہ در حقیقت غسان اور امام صاحب کے عقیدے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نیز یہ غسان کے کہنے سے امام صاحب مرجئہ نہیں ہو جائیں گے غسان ایک بدعتی کے کہنے سے امام صاحب کو مرجئہ کہنا اہل بدعت کا شیوہ ہو سکتا ہے اہل سنت کا نہیں۔ اور جب خود علامہ شہرستانی امام صاحب کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں اور غسان نے بھی

عقیدے اور امام صاحب کی طرف منسوب کرنے کی بناء پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں تو پھر مؤلف کا علامہ شہرستانی کے بجائے غسان کے قول کو نقل کرنا اور اس کو حجت کے طور پر پیش کرنا اور اس بناء پر امام صاحب پر طعن کرنا صریح بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اعاذنا اللہ منہا۔

غنیۃ الطالبین کی عبارت کا حل۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ مؤلف کا تہتر فرقوں کی تفصیل ذکر کرنے سے غرض صرف یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی عبارت سے ثابت کریں گے کہ انہوں نے امام صاحب کو مرجیہ ضالہ میں شمار نہیں کیا۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ قابل غور ہے کہ "غنیۃ" کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے وہ لاہور کا طبع شدہ ہے اور اس کے ساتھ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کا فارسی ترجمہ بھی ہے جس میں اس عبارت میں بعض کا لفظ موجود ہے۔ اسی طرح کے مصری نسخہ میں بھی "بعض" کا لفظ موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

اما الحنفية فهم بعض اصحاب ابی حنيفة النعمان بن ثابت زعموا الخ

لیکن حنفیہ وہ "بعض" اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے (الخ)

اور یہی بات مولانا محمود حسن خان صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں

واما اصحاب الامام فنسخة كتاب الغنية التي رجعت اليها ونقلت منها هي التي ذكرها فيها اما الحنفيه فبعض اصحاب ابی حنيفة ترجمہ رہا امام صاحب کے مقلدین کے بارے میں یہ لکھنا تو "غنیۃ" کا وہ نسخہ جس کو دیکھ کر ہم نے یہ عبارت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں اما الحنفية فبعض اصحاب ابی حنيفة اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بعض حنفی ہیں جو امام صاحب کے بعض فروع فقہیہ میں مقلد تھے مگر عقائد میں مرجیہ تھے چونکہ یہ لوگ فروع میں امام صاحب کے مقلد تھے اس لیے وہ بھی حنفی کہلاتے اور غسان بھی انہیں میں داخل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو امام صاحب کی طرف منسوب کرتا تھا۔

چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اس اشکال کا جواب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ان مراد الشيخ من الحنفية فرقة منهم وهم المرجئة وتوضيحه ان الحنفية عبارة عن

فرقة تقلد الامام ابا حنيفة في المسائل الفرعيه وتسلك مسلكه في الاعمال الشرعية سواء وافقته في اصول العقائد ام خالفته فان وافقته يقال لها الحنفية الكاملة وان لم توافقه يقال لها (الحنفية) مع قيد يوضح مسلكه في العقائد الكلامية فكم من حنفي في الفروع معتزلي عقيدة كالز محشری جار الله ومؤلف القنية نجم الدين الزاهدی وكعبد الجبار وابی هاشم والجبائي وغيرهم وكم من حنفي فرعا مرجئي أو اريدى اصلاً حضرت شیخؒ کی مراد حنفیہ سے وہ فرقہ ہے جو مرجئہ تھے وضاحت اس کی یہ ہے کہ حنفیہ تو اس جماعت کو کہتے ہیں جو مسائل فرعیہ میں امام ابوحنیفہ کی مقلد ہو اور اعمال شرع میں آپ کے مسلک پر چلے، چاہے اصول عقائد میں آپ سے موافق ہو یا مخالف، اب جو حضرت عقائد اور فروع دونوں میں امام صاحب کے موافق ہوں تو ان کو حنفیہ کاملہ کہا جائیگا اور اگر عقائد میں مخالف ہوں تو ان کو حنفی کہنے کے ساتھ ایک قید بھی لگائی جائے گی جو ان کے مسلک کی وضاحت کرے چنانچہ ایسے بہت سے حنفی ہیں کہ جو فروع میں تو حنفی ہیں مگر عقیدہ میں معتزلی ہیں جیسے جار اللہ زمخشری نجم الدین زاہدی صاحب القنیہ۔ عبدالجبار۔ ابو ہاشم اور جبائی وغیرہ ہیں اور بہت سے حنفی ایسے ہیں جو فروع میں تو حنفی ہیں لیکن عقیدہ کے لحاظ سے مرجیہ ہیں یا زیدیہ ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں حنفیہ سے مراد مطلق حنفیہ نہیں کہ جو عقائد اور فروع دونوں میں امام صاحب کے مقلد تھے لہذا ان بعض کے مرجیہ ہونے سے امام صاحبؒ کا مرجیہ ہونا لازم نہیں آتا۔

صاحب حقیقۃ الفقہ کا ناقص ترجمہ

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مؤلف نے کس طرح عوام کو دھوکہ دیا کہ ''غنیۃ'' کی عبارت کا ترجمہ کرتے وقت لفظ ''بعض'' کا ترجمہ حذف کر دیا اور اس طرح ان کو غلط فہمی کا شکار بنایا اور پھر حضرت شیخؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کیسے مرجیہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تو امام صاحبؒ کو ''امام'' کے لقب سے یاد فرماتے ہیں چنانچہ وقت فجر کے بارے میں امام احمد کا مذہب نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں وقال الامام ابو حنيفة اور تارک صلوٰۃ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقال الامام ابو حنيفة

لاتقتل امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ سو قتل نہ کیا جائے۔

اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام صاحب مرجئہ ضالہ میں سے ہوتے تو پھر ان کو امام کے لقب سے کیوں یاد فرماتے اور امور شرعیہ میں دیگر ائمہ کے اقوال کے ساتھ ان کے قول کو کیوں ذکر کرتے۔

اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ امام صاحب پر تو سرے سے اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا جو اس کا جواب دیا جائے۔ افسوس ہے کہ مؤلف نے اپنے مقتدا حضرات کی کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا جو اس کو پتہ چلتا کہ ان کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ **دلیل الطالب علی ارجح المطالب** میں نواب صدیق حسن خاں صاحب فرماتے ہیں

سوال در غنیۃ الطالبین از مرجئہ اصحاب ابی حنیفہ نعمان ذکر کردہ وکذا غیرہ وفی غیرہ وجہ آں چیست؟

جواب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در تفہیمات نوشتہ اند کہ ارجاء دو گونہ است یکے ارجاء ست کہ قائل را از سنت بیرون میکند۔ دیگر آنست کہ از سنت بیرون نمیکند۔ اول آنست کہ معتقد آں باشد کہ ہر کہ اقرار بلسان وتصدیق بجنان کرد ہیچ معصیت او را مضر نیست اصلاً۔ دیگر آنکہ معتقد شوند کہ عمل از ایمان نیست ولیکن ثواب وعتاب برآں مرتب است۔ سبب فرق میان ہر دو آنست کہ صحابہ وتابعین اجماع کردہ اند بر آنچہ گفتہ اند کہ بر عمل ثواب وعذاب مرتب میشود پس مخالف ایشان ضال ومبتدع است وور مسئلہ ثانیہ اجماع سلف ظاہر نشدہ بلکہ دلائل متعارض است بعض آیات واحادیث وآثار دلالت میکنند بر آنکہ ایمان غیر عمل است وبسیارے از دلیل دال است بر آنکہ اطلاق ایمان بر مجموعہ قول وعمل است ودریں نزاع رجوع میشود بسوئے لفظ بجہت اتفاق ہمہ بر آنکہ عاصی از ایمان خارج نمی شود اگرچہ حق مذہب ماست وصرف دلائل دال بر آنکہ ایمان عبارت از مجموع ایں چیز ہاست از ظواہرش بادنی عنایت ممکن ست۔ انتہی۔

ازیں معلوم شد کہ مراد حضرت شیخ رحمہ اللہ از مرجئہ بودن اصحاب ابی حنیفہ شق ثانی است ولا غبار علیہ اگرچہ ارجح نزد ما نزد نظر در دلائل ہماں مذہب اہل حدیث است کہ ایمان عبارت ست

از مجموع اقرار و تصدیق و یہ قول القاضی ثناء اللہ فی (مالابدمنہ)

سوال غنیۃ الطالبین'' میں اصحاب ابی حنیفہ کو مرجئہ میں ذکر کیا گیا ہے کسی طرح دوسرے لوگوں نے بھی اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''تفہیمات'' میں لکھا ہے کہ ارجاء کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک قسم تو وہ ہے کہ جس کا قائل اہلسنت سے خارج ہو جاتا ہے (۲) دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا قائل اہلسنت سے خارج نہیں ہوتا۔ پہلی قسم یہ ہے کہ یوں اعتقاد رکھے کہ جس شخص نے ایمان کا زبان سے اقرار کر لیا اور دل سے تصدیق کر دی تو پھر چاہے کوئی گناہ کرے اس کو قطعاً کوئی مضر نہیں (۲) دوسری قسم یہ ہے کہ یوں اعتقاد رکھے کہ عمل ایمان میں داخل نہیں ہے لیکن ثواب اور عقاب اس پر مرتب ہوتا ہے۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ کا مرجئہ کے گمراہ ہونے پر اتفاق ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ عمل پر ثواب اور عذاب مرتب ہوتا ہے لہذا اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا گمراہ اور مبتدع ہے لیکن دوسرے مسئلہ میں سلف کا جماع نہیں ہوا بلکہ دلائل متعارض ہیں۔ بعض آیات، احادیث، آثار، اس پر دال ہیں کہ ایمان کا اطلاق قول و عمل دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے لیکن یہ نزاع صرف لفظی ہے اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عاصی (عصیان کی وجہ سے) ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا اگرچہ مستحق عذاب ہوتا ہے اور جو دلائل کہ ایمان، مجموعہ (اقرار، تصدیق وعمل) پر دلالت کرتے ہیں ان کو ادنیٰ تامل سے ان کے ظاہر سے پھیرا جا سکتا ہے (انتہیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی مراد اصحاب ابی حنیفہ کے مرجئہ ہونے سے دوسری شق ہے اور اس پر کوئی خبر نہیں (کیونکہ یہ اعتقاد سنت کے خلاف نہیں) اگرچہ دلائل کے اعتبار سے اہل حدیث کا مذہب راجح ہے کہ ایمان مجموعہ اقرار وعمل، تصدیق وعمل کا نام ہے اور یہی بات قاضی ثناء اللہؒ نے اپنی کتاب (مالابدمنہ) میں ذکر کیا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے مقتدی تو غنیۃ الطالبین کی اس عبارت کا حل پیش کر رہے ہیں جس سے ان جیسے باشق نظر حضرات کو غلط فہمی ہوئی لیکن مؤلف ہی ہے کہ ان کو اپنے حضرات کی کتابیں دیکھنے کی توفیق نہیں ملی۔ (رغنیۃ الطالبین مع حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی مجموعہ رسائل جیلانیات)

باب پنجم

امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف

یہ باب دراصل حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن دارالعلوم سعیدیہ اوگی مانسہرہ کا پیش کردہ مقالہ بعنوان "امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت" برائے دوسری بنوں فقہی کانفرنس 17-18 اکتوبر 1998ء کا ایک حصہ ہے۔ ادارہ کی طرف سے کتابی شکل میں مرتب کرتے وقت اس کے ساتھ جگہ جگہ اضافہ اور عنوانات لگائے گئے تاکہ مسلسل مضمون پڑھنے سے قارئین کو دشواری نہ ہو۔ امید ہے ناظرین اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ (ادارہ)

مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان سات میں بھی یہ چار بزرگ زیادہ ممتاز گذرے ہیں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے واکابر هذا الوجه عمر وعلي وابن مسعود ترجمہ: اس کے اکابر یہی چار ہیں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عباس۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

امت مرحومہ کا سواد اعظم تقریباً دو تہائی اکثریت بارہ سو سال سے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے اس مذہب کے مسائل فقہ کا بنیادی ماخذ "کتاب الآثار" کی احادیث و روایات ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا مسند ابی حنیفہ وآثار محمد مبنائے فقہ حنیفہ است۔ فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۷۰)۔

کتاب الآثار کے رواۃ کے تعدد سے اس کے نسخے بھی متعدد ہیں اسلئے ان کا تذکرہ ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتاب الآثار کے نسخے

امام ابوحنیفہؒ سے جن راویوں نے کتاب الآثار کی روایت کی ہے وہ متعدد ہیں جسکی وجہ سے نسخے بھی متعدد ہیں جن میں مشہور نسخے چار ہیں۔ ان کے راویوں کے نام سے ہی یہ نسخے مشہور ہیں۔

(۱) کتاب الآثار۔ بروایت امام زفر بن الهذیلؒ۔ (المتوفی ۱۵۸)

ان کے نسخے کا ذکر حافظ امیر بن ماکولاؒ (المتوفی ۴۵۷) نے اپنی مشہور کتاب "الاکمال فی رفع الارتیاب عن الموتلف والمختلف من الاسماء والکنی والانساب" کے باب الحصیبی والخصیبی میں کیا ہے۔ چنانچہ محدث احمد بن بکر حصیبی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الحصیبی ثقة یمیل میل اهل النظر روی عن

حنیفة اسمه کتاب الآثار التی رواه محمد بن الحسن عنه یعنی امام ابوحنیفہ کی جو مستقل کتاب موجود ہے وہ کتاب الآثار ہے جسے امام محمد بن الحسن نے ان سے روایت کی ہے۔

(۴) کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیاد لولوی (المتوفی ۲۰۴ھ)

اس نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں یہ ضمناً شیخ محمد بن ابراہیم بن حبیش بغوی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ محمد بن ابراهیم بن حبیش البغوی روی عن محمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة کتاب الاثار ترجمہ محمد بن ابراہیم بن حبیش بغوی محمد بن شجاع ثلجی سے وہ امام حسن بن زیاد سے وہ امام ابوحنیفہ سے "کتاب الآثار" روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن قیم کی اعلام الموقعین کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے بھی پیش نظر تھا چنانچہ انہوں نے اس نسخہ سے حسب ذیل حدیث نقل کی ہے۔ قال الحسن بن زیاد اللؤلؤی ثنا ابو حنیفة قال کنا عند محارب بن دثار وکان متکئا فاستوی جالسا ثم قال سمعت ابن عمر یقول علی الناس یوم تشیب فیه الولدان وتضع الحوامل ما فی بطونها (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۴۳) حضرت حسن بن زیاد لولوی نے کہا ہمیں امام ابوحنیفہ نے حدیث بیان کی فرمایا ہم حضرت محارب بن دثار کے پاس تھے وہ تکیہ لگائے ہوئے تھے تو سیدھے بیٹھ گئے پھر فرمایا میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا ہے کہ ضرور لوگوں پر ایک دن آئے گا جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتیں اپنے حمل کو گرا دیں گی۔

ان حضرات کے علاوہ خود امام ابوحنیفہ کے صاحبزادے امام حماد بن ابی حنیفہ (متوفی [illegible]) اور مشہور محدث محمد بن خالد الوہبی (متوفی قبل ۱۹۰ھ) کی روایت سے بھی "کتاب الآثار" کے نسخے مروی ہیں۔ چنانچہ جامع المسانید میں محدث خوارزمی نے ان دونوں نسخوں سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اپنی سند بھی ان دونوں حضرات تک نقل کر دی ہے۔ خوارزمی نے ان دونوں نسخوں کا ذکر بھی "مسند ابی حنیفہ" کے نام سے کیا ہے۔

ابوحنیفہؒ سے دیگر راویان حدیث:

مذکورہ بالا چھ حضرات کے علاوہ جن کے ذریعے "کتاب الآثار" کا سلسلہ امت میں باقی رہا۔ کتب تاریخ میں اور جن محدثین کے متعلق یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے اس کتاب کا سماع کیا ہے وہ یہ ہیں

(۱) امام عبداللہ بن مبارکؒ

موصوف نے خود لکھا ہے کہ كتبت كتب ابي حنيفة غير مرة كان يقع فيها زيادات فاكتبها (مناقب صدر الائمہ ج۲ ص۲۷) میں نے امام ابوحنیفہ کی تصنیف کئی بار نقل کی کیونکہ ان میں اضافے ہوتے رہتے تھے اور مجھے انہیں لکھنے پڑتے تھے اور محدث خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام حمیدی شیخ بخاری کی زبانی نقل کیا ہے کہ سمعت عبدالله بن المبارك يقول كتبت عن ابي حنيفة اربعمائة حديث میں نے عبداللہ بن مبارک کو یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ سے میں نے چار سو حدیثیں لکھی ہیں۔

(۲) امام حفص بن غیاثؒ:

ان سے حافظ حارثیؒ نے بسند نقل کیا ہے کہ سمعت من ابي حنيفة كتبه واثاره میں نے امام ابوحنیفہ سے ان کی کتابوں کو اور ان کے آثار کو سنا ہے

(۳) شیخ الاسلام عبداللہ بن یزید المقریٰ:

ان کے بارے میں علامہ کردری لکھتے ہیں سمع من الامام تسعمائة حديث (مناقب الامام اعظم از امام کردری ج۲ ص۲۲۱) کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے نو سو حدیثیں سنی ہیں۔

(۴) امام وکیع بن الجراحؒ:

ان کے متعلق حافظ ابن عبدالبر "جامع بیان العلم" میں بسند حافظ حضرت یحییٰ بن معین سے ناقل ہیں کہ ما رايت احدا اقدمه على وكيع وكان يفتي برأي ابي حنيفة وكان

تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

(۵) ملا کاتب چلپی نے "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" میں "کتاب الآثار" امام محمد پر ملا مصطفیٰ کی شرح کا بھی ذکر کیا ہے۔

(۶) حضرت شیخ محمد حسن نے بھی اپنی معروف کتاب مسودہ میں کتاب آثار سے متعلق امام محمد کی شرح کا ذکر کیا ہے۔

(۷) اسی طرح علامہ مرادی نے بھی "سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر" میں شیخ ابو الفضل نور الدین علی بن مراد الموصلی مرادی شافعی (المتوفی ۱۱۴۷ھ) کے ترجمہ میں ان کی شرح "کتاب الآثار امام محمد" کا ذکر کیا ہے۔

(۸) علامہ محدث مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ نے اس کے رجال پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس میں ان کی احادیث کی مسانید کو بھی مرتب کیا ہے جو "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" پر حواشی کی صورت میں طبع ہو چکی ہے۔

(۹) نیز موجودہ نسخوں پر جو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی سے طبع ہوئی ہیں ان کے ساتھ محدث العصر علامہ محمد عبدالرشید نعمانی کا ایک مقدمہ ہے جو نہایت محققانہ اور مدلل ہے اور نئے معلومات کا خزینہ ہے، راقم الحروف (مولانا حفیظ الرحمن) نے اپنی کتاب (الازھار) کے مقدمہ میں کافی مدد لی ہے۔

(۱۰) مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی (المتوفی ۱۳۴۴ھ) کی ایک نادر تالیف "التعلیق المختار علی کتاب الآثار" ہے جسے ایچ ایم سعید کمپنی کراچی نے شائع کیا ہے جس کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں

حنفی مذہب کی تاریخ، مرکز اشاعت مذہب حنفی، کتب حدیث کی اہمیت اور ان کے مراتب، درجات و آثار، کتاب الآثار میں امام محمد کا مذہب، بیان و استدلال، بحث ارسال حدیث اور بحث تدلیس وغیرہ۔

(۱۱) الاختیار فی ترتیب الآثار یہ کتاب الآثار کا اشاریہ ہے جو اس نسخہ کے آخر میں

صاحب کے فن حدیث کے کوئی مجموعہ موجود ہے یا نہیں۔ کتاب الآثار کا تذکرہ تفصیلاً ہو چکا ہے۔ تاہم امام علامہ کوثریؒ نے ان مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے۔ جو امام صاحب سے بسند متصل مروی ہیں اور ان مسانید کو ان کے تلامذہ نے جمع کیا ہے۔

محدث خوارزمیؒ (المتوفی ۶۶۵) جو کہ ان مسانید کے جامع ہیں۔ ابتداء کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں نے شام کے بعض جاہلوں سے سنا کہ وہ امام اعظمؒ کی تنقیص کرتے ہیں اور ان پر قلت روایت حدیث کا الزام لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسند شافعی مسند احمد بن حنبلؒ اور موطا امام مالکؒ تو مشہور ہیں مگر امام ابوحنیفہؒ کی کوئی مسند نہیں ہے۔ (جامع المسانید للخوارزمیؒ ج ا ص ۴) بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صرف چند احادیث کی روایت پر اکتفاء کیا ہے۔ اسلئے میری دینی حمیت نے آمادہ کیا کہ امام صاحبؒ کی ان پندرہ مسانید کو یکجا جمع کردوں جنہیں بڑے بڑے علماء حدیث نے جمع کیا ہے۔

ان جامعین کے مختصر حالات بھی محدث خوارزمیؒ نے بیان کئے ہیں۔ ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) امام صاحب کے صاحبزادے حضرت حمادؒ کی مسند

(۲) امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار

(۳) مسند حسن بن زیاد لولوئی

(۴) امام محمدؒ کی کتاب الآثار

ان حضرات نے براہ راست امام صاحبؒ سے روایت کی ہے۔

(۵) مسند حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بخاریؒ جو عبداللہ الاستاذ کے لقب سے مشہور اور ابوحفص کبیرؒ کے شاگرد ہے۔

(۶) مسند حافظ ابونعیم الاصبہانی صاحب کتاب الحلیۃ

(۷) مسند ابی القاسم طلحہ بن محمد بن جعفرؒ

(۸) مسند حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی بن جرجانی

(۹) مسند عمرو بن حسن الشنانیؒ

(۱۰) مسند ابی الحسن محمد بن جعفرؒ

ان چھ حضرات کا شمار حفاظ حدیث میں ہے۔

(۱۱) مسند ابو بکر احمد بن محمد کلاعیؒ

(۱۲) مسند حافظ ابو بکر محمد بن عبد الباقی الانصاریؒ

(۱۳) مسند حافظ بعدیؒ

(۱۴) مسند حسین بن محمد خسرویؒ

(۱۵) مسند موسیٰ بن زکریا حصکفیؒ (المتوفی ۶۵۰ھ) کی شرح ملا علی قاریؒ نے لکھی ہے۔
دیکھئے (محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے صفحہ ۸۵)

مسند موسیٰ بن زکریا حصکفیؒ کا یہ نسخہ ہمارے بعض مدارس میں شامل نصاب بھی ہے۔ اسکی ترتیب میں خاتمۃ الحفاظ محدث القرن المنصرم محمد عابد السندی الانصاریؒ (المتوفی ۱۲۵۷ھ) نے بڑے اہتمام اور احتیاط سے کام کیا ہے۔ اور آج زیادہ تر یہی نسخہ متداول اور مشہور ہے۔ اور اسی نسخہ کی نہایت اہم اور مفصل شرح بنام "تنسیق النظام فی مسند الامام" علامۃ المتاخرین الشیخ المحدث الفقیہ محمد حسن السنبلیؒ (المتوفی ۱۳۰۵ھ) کی ہے جو ایک حاشیہ کی صورت میں ہے مگر جامع شرح ہے۔ علاوہ ازیں اس نسخہ کی ابتداء میں ایک مقدمہ شامل ہے جو ۱۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ اور شرح دونوں عربی میں ہیں۔ اس نسخہ میں ۲۳ روایات ہیں۔

اس کا اردو ترجمہ نظر ثانی و اصلاح حضرت مولانا خورشید عالم صاحب استاذ دار العلوم دیوبند نے کیا ہے۔ جبکہ اس مترجم اردو کا مقدمہ نہایت شرح وبسط سے خصوصاً "مسانید امام اعظم" کے رواۃ کے تراجم کی تفصیل اور دیگر اہم مباحث محدث عصر علامہ محمد عبد الرشید صاحب نعمانی مدظلہ نے تحریر فرمایا۔ اور اس مقدمہ کے ساتھ ہی "حالات امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے مولانا قاری احمد صاحب (پانی پتی) نے کافی مواد کے ساتھ امام موصوفؒ کے سوانح حیات کو جمع کر دیا ہے۔

الفقہ الاکبر ، کتاب الرسالۃ الیٰ البتی ، کتاب العالم والمتعلم:

الفقہ الاکبر ، کتاب الرسالۃ الی البتی ، کتاب العالم والمتعلم اور کتاب الرد علیٰ القدریۃ امام ابوحنیفہ کی تصانیف ہیں (الفہرست لابن ندیم ۲۹۹)

اور امام طاش کبری زادہ لکھتے ہیں کہ خود امام ابوحنیفہ نے اپنی کتاب الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم میں علم کلام کی کثیر بحثیں لکھی ہیں۔ علامہ حافظ الدین الخوارزمیؒ نے اپنی کتاب (مناقب الی حنیفہ میں لکھا ہے کہ میں نے خود یہ دونوں کتابیں علامہ شمس الدین الکردری البراتقینی العمادیؒ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی دیکھی ہیں اور ان دونوں کے بارے میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ دونوں کتابیں حضرت امام ابوحنیفہ کی کتابیں ہیں اور اس پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت کا اتفاق ہے جن میں سے فخر الاسلام بزدوی بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان میں سے امام الشیخ عبدالعزیز بخاری بھی ہیں جنہوں نے شرح الاصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ مقام ابی حنیفہ بحوالہ مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ ج۲ ص۲۹ طبع دائرہ المعارف حیدرآباد دکن ۲۔ امام صاحب کی املائی تصانیف بھی ہیں جن کو ان کے لائق اور قابل قدر تلامذہ مثلاً امام ابویوسف وغیرہ امام صاحبؒ کی تعلیم اور تدریس کے وقت قید تحریر میں لے آتے تھے۔ جیسا کہ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ احکام الاحکام ، لشیخ الاسلام ابو الفتح محمد بن علی الشہیر بابن دقیق العید الشافعیؒ المتوفی ۷۰۲) کی تالیف و تصنیف نہیں بلکہ وہ املاء کرواتے تھے۔ اور باوجود کہ ابن دقیق العیدؒ کی اپنی تصنیف نہ ہونے کے وہ انہی کی تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ کی تصانیف میں اکثر وہ املائی تصانیف مراد ہیں جن کو ان کے سامنے اور ان کے حکم سے ان کے تلامذہ قید تحریر میں لے آتے تھے۔ جیسا کہ جب ایک مسئلہ پر اچھی طرح غور وخوض ہو جاتا تو آپ فرماتے۔ اسو ھا کہ اب مسئلہ لکھ لو اور بجائے سینہ کے سفینہ میں محفوظ کر لو۔ اور امام صاحب کی املائی کتابوں میں ۷۰ ہزار سے زیادہ احادیث کی موتیوں کی طرح بکھری پڑی ہیں۔

(مقام ابوحنیفہ صفحہ ۱۱۱)

(کتابیات)

نمبر	کتاب
۱	درمختار علی ہامش ردالمحتار لابن عابدین
۲	مقدمہ ابن خلدون
۳	الاعلام للزرکلی
۴	سیرۃ النعمان
۵	ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ وآراہ الشیخ ابوزھر
۶	امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین
۷	مقالات کوثری
۸	حیات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دھلوی
۹	مرقاۃ المفاتیح
۱۰	شرح الاشباہ والنظائر
۱۱	المیزان للشعرانی
۱۲	امام اعظم اور علم حدیث
۱۳	حیات امام اعظم ابوحنیفہ
۱۴	فیوض الحرمین
۱۵	وسعۃ الفقہ الحنفی
۱۶	تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ
۱۷	تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ
۱۸	تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ
۱۹	التعلیقات
۲۰	تذکرۃ الحفاظ
۲۱	تاریخ العرب
۲۲	الفہرست لابن الندیم
۲۳	ابن ماجہ اور علم حدیث
۲۴	معرفۃ علوم الحدیث
۲۵	اعلام الموقعین
۲۶	مناقب صدر الائمہ
۲۷	مناقب الامام الاعظم
۲۸	الجواہر المضیۃ
۲۹	الانتقاء لابن عبدالبر
۳۰	مناقب ابی حنیفہ للذھبی
۳۱	جامع المسانید للخوارزمی
۳۲	محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے
۳۳	مقام ابی حنیفہ للشیخ صفدر
۳۴	مکانۃ الامام ابی حنیفۃ بین المحدثین
۳۵	مقام حنفیت
۳۶	عقود الجمان
۳۷	مقدمہ اعلاء السنن
۳۸	دول الاسلام
۳۹	تہذیب التہذیب
۴۰	جامع بیان العلم